

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بِلْعَمَّا أُنْزِلَ إِلَيْكَ
[القرآن]

دُعْوَتِي، اصْلَاهِی مُسْكِرِی اور عَلِیِّی مُحَدِّد

از ہمار

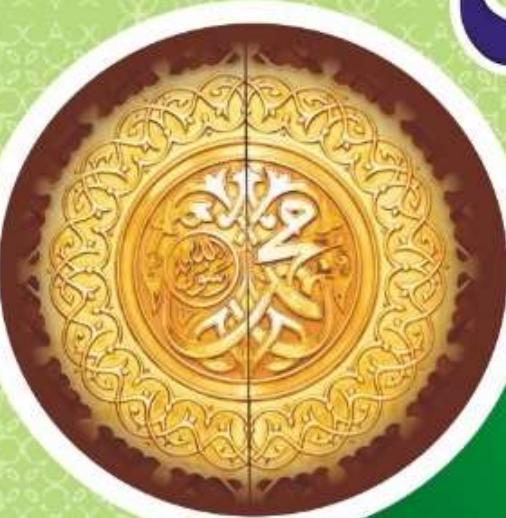
تبليغ القرآن پشاور

جلد ۴ شمارہ ۶

نومبر ادیس ۲۰۱۸ء ، ربیع الاول اربعائیان ۱۴۳۹ھ

ربیع الاول پیش ایڈیشن

سید رابری صَلَّى اللّٰهُ عَلٰٰيْ وَسَلَّمَ



MONTHLY
AZHAAR Regd. No. 3386
TABLEEGH UL QURAN

جلس ادارت

پروفیسر ڈاکٹر محمد عمر
مولانا ڈاکٹر اکرام الحق یاسین
مولانا ڈاکٹر سراج الاسلام حیف

فہرست مفہومیں

| | | |
|----|--|---------------------------------|
| 3 | ضیاء المیان فی تفسیر القرآن | تفسیر القرآن |
| 6 | اتباعُ رسول صلی اللہ علیہ وسلم | کلیں مشاورت |
| 7 | پیغام بیرت | مفہی ضیاء الحق |
| 9 | سیرت، جامیعت اور اقام | جانب یوسف ظفر |
| 15 | سیرت کا مطالعہ کیوں اور کس طرح؟ | مفہی محمد حسین |
| 18 | سیرت کے جلے۔۔۔ چند اصلاح طلب پہلو | ابو شاقب نکھلیل احمد |
| 22 | سیرت اور قرآن | خط و کتابت کا پتہ |
| 31 | مسئلہ ختم بوت | محلہ "تبليغ القرآن" |
| 35 | نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات | جامعہ تبلیغ القرآن |
| 36 | پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار | یونیورسٹی آف ریڈی پلینز پاکستان |
| 40 | عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی جھگیں | ای سیل |
| 42 | ولادت نبوی کی تاریخ ختمی کیوں؟ | mujallajamiati@gmail.com |
| 43 | عہد نبوی میں مدینہ کا شہری قائم | ویب سائٹ |
| 55 | جامعہ و مکتبہ شعبہ جات کے معمولات و سرگرمیاں | www.tableeghulquran.com |

تیلفون: 50 روپے در ساعت — 160 روپے

سالانہ ذر تکون ہر دن علاوہ: 20 روپے

پیک اکاؤنٹ نمبر: 012003200-8

پیک کوڈ: 0864

الائینیک لیٹر ٹائم آئر ایچ پیڈر پاکستان۔

رائے باہم:

فون: +92(0)333-93 93 151, +92-91-22 45 300, موبائل: +92(0)333-93 93 151

پیشہ: ڈاکٹر مولانا حشمت علی صانی

پڑھنے: اطمینان پیشگ سروز

ترسلی: انچارج

قاری احتشام الحق

0333-9393151

ضياء البيان في تفسير القرآن

سلاماً عطاء الله بن سدياوي

(سورة البقرة: ١٨٩-١٩٣)

يَسْتَلِئُنَّكَ عَنِ الْأَهْلَةِ قُلْ هَيْ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَأَحْجَّ طَوَّبَ اللَّهُ أَبْرَأَنْ تَأْثِيَّ الْبَيْوَتِ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَكِنَّ الْبَرَّ مِنَ الْتَّقْىٰ وَأَنُوا الْبَيْوَتُ مِنْ أَبْوَابِهَا وَأَنَّقُوا اللَّهُ لَعْلَمُ تُفْلِحُونَ وَقَاتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَقْاتَلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيَنَ وَاقْتُلُوهُمْ حِيثُ تَعْقِيْهُمْ وَآخِرُ جُوْهُمْ مِنْ حِيثُ آخِرُ جُوْهُكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا تُقْتِلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّىٰ يُقْتِلُوكُمْ فِيهِ فَإِنْ قُتْلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ كَذَلِكَ جَزَاءُ الْكُفَّارِ فَإِنْ انتَهُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ وَقُتْلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونُ الدِّيَنُ لِلَّهِ فَإِنْ انتَهُوا فَلَا عُذْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ

ترجمہ:

لوگ آپ سے نئے چاندوں کے متعلق دریافت کرتے ہیں۔ آپ جواب میں کہیں، یہ لوگوں کے (مختلف معاملات) کے لیے اور حج کے لیے مقرر وقت ہیں۔ یہ کوئی نیکی نہیں کہ تم گھروں میں ان کی پشت کی طرف سے داخل ہو لیکن (حقیقت میں) نیکی والا وہ ہے جو (اللہ کی نافرمانی سے) بچے، الہاگھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو اور اللہ سے ڈرتے رہوتا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ (۱۸۹)

اور اللہ کی راہ میں لڑو، ان سے جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے تجاوز نہ کرو پہنچ کر اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (۱۹۰)

اور انہیں قتل کرو جہاں بھی انہیں پاؤ اور انہیں نکالو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے اور (شرک و ارتاد کا) فتنہ و فساد قتل سے بڑھ کر سخت ہے اور مسجد حرام کے قریب اس وقت تک ان سے جنگ نہ کرو جب تک کہ وہ خود تم سے نہ لڑیں، اگر وہ تم سے (مسجد حرام کے قریب) لڑیں تو پھر ان کو قتل کرو، کافروں کی بھی سزا ہے۔ (۱۹۱)

پھر اگر وہ (کفر سے) باز آ جائیں تو (جان لو) کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (۱۹۲)
اور تم ان (کفار سے) لڑتے رہو یہاں تک کہ (شرک و کفر کا) فتنہ باقی نہ رہے اور دین
(عبادت) اللہ کے لیے ہو جائے، پھر اگر وہ (شرک و کفر سے) باز آ جائیں تو (جان لو) کہ سختی ظالموں کے سوا
کسی پر جائز نہیں۔ (۱۹۳)

شرح

يَسْتَأْوِنُكَ عَنِ الْأَهْلَةِ

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ سوال یہ تھا چاند سورج کی طرح ایک حال پر نہیں رہتا بلکہ بڑھتا گھٹتا رہتا ہے۔
جواب دیا چاند لوگوں کے معاملات میں تعیین اوقات کا ذریعہ ہے، اسی سے روزہ، زکوٰۃ، قربانی، حج، عورتوں
کی عدت کی تعیین ہوتی ہے۔

وَلَيْسَ الْبِرُّ

چاند کے متعلق تمہارا سوال ایسے ہی نامناسب ہے جس طرح احرام باندھنے کے بعد تمہارا
گھروں میں پشت کی جانب سے داخل ہونا نامناسب ہے۔ جاہلیت میں لوگ احرام باندھنے کے بعد اپنے
گھروں میں دروازوں سے داخل نہ ہوتے بلکہ گھروں کی پشت سے دیوار پھلانگ کر داخل ہوتے اور اسے
نیکی اور ثواب سمجھتے، یہاں فرمایا کہ یہ توہم پرستی ہے، نیکی نہیں ہے۔ اصل نیکی اس شخص کی ہے جو رب
کی نافرمانیوں سے بچتا ہے۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ

یہاں سے امورِ انتظامیہ اور ایک امر مصلح (روزہ) کے بیان کے بعد اصل مقصد یعنی جہاد کا بیان
ہو رہا ہے۔ مسلمانوں نے مکہ میں تیرہ سال بڑی مظلومیت میں گذارے، آخر کار وطن سے بے وطن
ہوئے۔ مشرکین نے مدینہ میں بھی مسلمانوں کو سکھ کا سانس نہ لینے دیا تو مسلمانوں کی اذن جہاد ملا مگر تین
شرائط کے ساتھ۔

پہلی شرط: جہاد سے مقصد صرف اور صرف اعلائے کلمۃ اللہ ہو اسے فی سبیل اللہ میں بیان فرمایا۔
دوسری شرط: ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں، جو ہتھیار ڈال دیں اور تمہارے مقابلے میں نہ آئیں ان سے جنگ کرنے کی اجازت نہیں۔

تیسرا شرط: جنگ کرتے ہوئے حدود سے تجاوز نہ کرو مثلاً: بچوں، عورتوں، بڑھوں کو قتل نہ کرو۔
 فصلیں تباہ نہ کرو، درخت وغیرہ نہ کاٹو۔ سبحان اللہ قرآن نے جہاد کے موقع پر بھی آداب و اخلاق اور شانشی کی پابندیاں برقرار رکھی ہیں۔

وَأَقْتُلُوهُمْ

صرف ان کفار کو جو زیادتی کرتے ہوئے تم پر حملہ آور ہوئے اور جنگ میں پہلی کی ہو۔

وَآخِرُهُمْ

یہ جنگ کرنے کی پہلی علت ہے کہ مشرکین نے جس طرح تمہیں مکہ سے نکلا اسی طرح تم بھی مسلسل جہاد کے ذریعہ انہیں وہاں سے نکلو۔

وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۝

یہ جنگ کرنے کی دوسری علت ہے اور فتنہ سے مراد شرک ہے (بحر محیط) یا مراد بلا وجہ مسلمانوں کو تباہ کرنا، طرح طرح کی سزا میں دینا۔

حکم قاتل سے لوگوں کے دلوں میں خیال آیا کہ کسی کو قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا: شرک و کفر کے فتنے کو ختم کرنے کے لیے قاتل کرنا کوئی گناہ نہیں۔ اگر مسجد حرام کے قریب مشرکین تم سے جنگ کی ابتداء کریں تو پھر تم بھی کوئی لحاظ نہ رکھو۔

اتباع رسول

ادارہ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَنْدَلْيَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يَكُونَ هَوَاءً تَبَعَّا لَهَا جِمْعُتُ إِيمَانَهُ - (مشکوٰۃ)

ترجمہ:

سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہشات اس دین و شریعت کے تابع نہ ہو جائیں جو میں لے کر آیا ہوں۔

شرح:

حدیث میں رسول ﷺ کا خطاب مسلمانوں سے ہے۔ الفاظ کا مقصود مسلمانوں سے ایمان کی نفی نہیں ہے بلکہ تنبیہ اور تذکیر ہے کہ تمہارا ایمان اسی وقت معتبر ہو گا اور تم اسی وقت مسلمان کھلانے کے مستحق ہو گے جب تمہاری ساری خواہشات اس شریعت کے تابع ہو جائیں۔

شریعت تمہارا ذوق اور مزاج بن جائے اور تم وہی چاہو، جو شریعت چاہتی ہے۔ شریعت کے سانچے میں زندگی کو ڈھالنے کی مسلسل کوشش ہی ایمان کو معتبر بناتی ہے یہی کوشش اور طلب ایمان کی علامت بھی ہے، کسوٹی بھی ہے اور اطمینان بھی۔ شریعت کی اتباع سے آزادی کے ساتھ ایمان کا دعویٰ محض فریب نفس ہے ایسے ایمان کا کوئی اعتبار نہیں۔

پیغام سیرت

اداریہ

اجڑی تھی زندگی کی بستی، ویران پڑا تھا خرابہ ہستی، کہیں ذہب کے نام پر لوگوں کو غلام بنایا جا رہا تھا، تو کمزور غلامی پر رضامند ہو چلا تھا۔ انسانیت کا احساس عنقاء ہو چکا تھا، خدا کی پیچان ختم ہو چکی تھی۔ نہ رشتؤں کا تقدس باقی تھا نہ آدمیت کا ہی کچھ خیال تھا۔ جہاں بیٹیاں زندہ درگور کی جاتی تھیں اور غلاموں کے ساتھ جانوروں سے بدتر سلوک ہوتا تھا۔ جب ہستی اپنی انتہا کو پہنچ گئی اور سکتی بلکتی انسانیت کو کہیں سے روشنی کی کوئی کرن نظر نہیں آتی تھی تو رب کائنات کی رحمت جوش میں آئی۔ انسانیت کے عروج اور کمزور طبقات کی دادرسی کا فیصلہ ہوا اور رب العالمین نے رحمۃ للعالمین نبی کو مبعوث فرمایا۔

نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو دلیل کے طور پر اپنی زندگی کو پیش فرمایا اور اعلان کیا:

لَقَدْ لِيَتَتْ فِيْكُمْ عُمَّرٌ أَمْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ °

میں نے پچھلی ساری زندگی تم میں گزاری ہے کیا تمہیں عقل نہیں (کہ جو بندوں کے ساتھ جھوٹ نہیں بول سکتا وہ اللہ کے بارے میں کیسے جھوٹ بولے گا)۔

یہ آج کے سیاسی لیڈر ہیں جو اپنی کار کردگی پیش کرنے کے بجائے عوام کو مستقبل کے سہانے خواب دکھاتے اور جھوٹے وعدے کر کے اقتدار حاصل کرتے ہیں۔ اللہ کے نبی ﷺ نے کوہ صفا پر اپنے وعظ میں اپنی گز شنة زندگی کو اپنی نبوت کی گواہی میں پیش فرمایا اور اعلان نبوت کے بعد تیس سالہ زندگی میں ایسی جماعت تیار فرمایا کہ دنیا کو دی جو کردار کی ہر کسوٹی پر پوری اتری، زمانے بھر کو باکردار بنایا۔ صحابہ کرام ساری دنیا میں پھیلے اور جہاں گئے اپنے کردار کے پھول میں سیرت طیبہ کی خوبیوں کے کر گئے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ علاقوں کے علاقوں پکے ہوئے پھل کی طرح اسلام کی گود میں آگئے اور صدیاں گزر جانے کے باوجود آج بھی ان لوگوں کی نسلیں اسلام کی غلامی پر فخر محسوس کرتی ہیں۔

آج بھی اگر دین کا نام لینے والے کردار سازی پر توجہ فرمائیں اور دنیا کے سامنے الفاظ کے ذریعے نہیں بلکہ کردار کے ذریعے اپنے دین کی دعوت پیش فرمائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ دنیا ایک بار پھر اسلام کی دامن میں پناہ لے۔

سمیع الحق۔۔۔ قُتْلَ بِغَيْرِ حَقٍّ

اسلام کی تاریخِ خونی شہداء سے لالہ زار ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ بھی شہادت کا لباس فاخرہ پہن کر اپنے رب کے حضور حاضر ہو گئے۔ غفران اللہ و رفع درجۃ فی اعلیٰ علیمین مع عباد الصالحین۔

مولانا موصوف کثیر الجہت شخصیت رکھتے تھے۔ وہ تدریس، ادب، تحقیق و تصنیف، جہاد، سیاست، تحریکات اسلامیہ غرض بے شمار میدانوں کے شہسوار تھے۔ ہر میدان میں اپنے آپ کو منوائے ہوئے تھے۔ انہوں نے بھرپور اور نہایت مصروف زندگی گزاری اور باقیات صالحات میں نیک صالح اولاد، بے شمار تلامذہ کے علاوہ کتنے ہی علمی و تحریکی کام بہترین صدقہ جاریہ کے طور پر چھوڑ گئے۔

ذاتی زندگی میں وہ عالمانہ و قادر کے ساتھ سادگی، رواداری اور محبت و اخلاص کے مجسمہ تھے۔ اس فقیر کو بھی متعدد بار ان کی محفل نصیب ہوئی اور ہر دفعہ ان اخلاق کریمانہ کا گھر انقلش لے کر اٹھا۔ وہ اپنی زندگی کو پوری طرح وصول کر کے کریم رب کے دربار میں انعام لینے کے لیے حاضر ہو گئے۔ بقول شاعر

صلہ شہید کیا ہے؟ تب و تاب جاؤ دانہ

لیکن ہمارے لیے لمحہ فکر یہ یہ ہے کہ وطن عزیز میں کب تک علماء کا خون بہتراء گا اور اس دھرتی کی بیاس کیسے ختم ہو گی۔ حکومت اور حکومتی اداروں سے کسی خیر کی توقع محال ہے۔ جائیں تو کہاں جائیں، جو مان پائیں تو کہاں پائیں۔

سید کفایت بخاری

سیرت، جامعیت اور اقسام

مولانا مفتی محمد ایاز درانی

سیرت النبی کی جامعیت

پھر نبی کریم ﷺ کی سیرت کیا ہے؟ نبی کریم ﷺ کی سیرت سے مراد آپ ﷺ کا رویہ اور طریقہ کارگویا قرآن پاک پر عمل کرنے کا طریقہ کارہے۔

اگر قرآن صامت، اللہ کی کتاب ہے، اور انسانوں کے عمل کرنے کے لیے ہے تو اس پر عمل کرنے کا طریقہ کار بھی انسانوں کے سامنے آنا چاہئے، اور قرآن کا عملی نمونہ بھی انسانوں کے لیے ہونا چاہئے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے صرف نظری ہدایت پر اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ اپنی رحمت کاملہ اور فضل خاصہ سے ایک عملی نمونہ بھی دنیا میں بھیجا جس کو آج ہم سیرت النبی ﷺ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

قرآن پر عمل کرنے کا طریقہ اور قرآن مجسم کارویہ، جو قرآن نے کہا وہ نبی کریم ﷺ نے کیا اور جو آپ ﷺ نے کیا وہ قرآن نے کہا، لہذا ان دونوں میں گہری نسبت پائی جاتی ہے۔

پھر نبی کریم ﷺ کی سیرت بھی اس طرح کامل سیرت ہے جیسے قرآن پاک کامل کتاب ہے۔

ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے قرآن پاک کے بارے میں ایک طویل حدیث کے ذیل میں ایک اہم وصف ارشاد فرمایا تھا کہ لَا تَنْقِصُ عَجَابَهُ یعنی قرآن کے عجائب و غرائب بھی کبھی ختم نہیں ہوں گے۔

قرآن سے ہمیشہ نئے نئے مطالب اور نئے نئے معانی لکھتے چلے جائیں گے اور ہر آنے والا دن قرآن پاک کے حقائق اور معارف کی ایک نئی دنیا لے کر آئے گا، اسی طرح صاحب قرآن محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور ارشادات میں پہاں حقائق اور معارف بھی کم از کم ہم محدود انسانوں کی بساط کے لحاظ سے لا تناہی ہیں، اس طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ اقبال نے فرمایا تھا۔

لوح بھی تو قلم بھی تو ترا وجود ہے الکتاب

اقبال کا یہ شاعر انہ انداز کوئی مبالغہ نہیں ہے، یہ وہی بات ہے جو ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے فرمائی تھی کہ کائن خلُقُهُ الْقُرْآن۔ آپ کے اخلاق عین قرآن تھے یعنی آپ کے اخلاق وہی کچھ تھے جو قرآن میں لکھا ہوا ہے۔ لہذا قرآن پاک اگر قرآن صامت یعنی خاموش قرآن ہے تو نبی کریم ﷺ کا وجود گرامی قرآن ناطق ہوتا، اور گھومتا پھرتا قرآن ہے۔ جس طرح قرآن صامت کے عجائب و غرائب لاتناہی ہیں تو اسی طرح قرآن ناطق کے عجائب و غرائب کیسے تناہی ہو سکتے ہیں۔

تمام بانیاں مذاہب اور موسیّین ادیان جو اس وقت دنیا میں رانج ہے، ان میں رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارکہ اور شخصیت ہی واحد تاریخی شخصیت ہے جو پوری طرح اور ہر پہلو سے تاریخ کی سریج لائسٹ میں دنیا کے انسانیت کے سامنے ہیں، جس کا ہر ہر گوشہ نصف الہمار کے آفتاب کی طرح روشن ہے۔

نبی کریم ﷺ کا بڑے سے بڑا مخالف بھی آپ ﷺ کی تاریخیت اور حقیقی شخصیت کے بارے میں ذرہ برابر تک کا اظہار نہیں کر سکتا۔

نبی کریم ﷺ کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے آنے والے بہت سے بانیاں مذاہب کے وجود کے بارے میں خود ان کے ماننے والوں اور عقیدت مندوں کے حلقوں میں بہت سے شکوک و شبہات پائے جاتے ہیں۔ تورات، انجیل اور زبور وغیرہ کے نام سے آج جو مجموعے ہمارے سامنے ہیں وہ ان مقدس شخصیات کی حیات طیبہ، سوانح اور خدمات کے بارے میں یا تو تقریباً خاموش ہے یا بہت ہی سرسراً اور متفاہ معلومات پر مشتمل ہیں، وہ معلومات جو ان کتابوں سے ان عظیم الشان انبیاء اور معلمین انسانیت کے بارے میں ملتی ہے وہ انتہائی اجمالی اور سطحی ہے۔

اس کے مقابلے میں نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ پر آپ ﷺ کی اپنی حیات مبارکہ کے دورے لے کر آج تک مسلسل نہ صرف غور و خوض کیا جا رہا ہے اور لکھا جا رہا ہے، نہ صرف اپنے، بلکہ اپنے اور پرائے دونوں داد تحقیق دے رہے ہیں۔ معلومات اور مصادر کی فراوانی اور توسعیت کی کیفیت یہ ہے کہ سیرت

کے نام پر آج پورے کتب خانے قائم ہیں، سیرت کے نام پر ادارے اور مندوں قائم ہیں، سیرت کے مختلف موضوعات پر تحقیق اور مطالعہ کا فریضہ انجام دیا جاتا ہے۔ سیرت ایک مستقل فن اور علم بن چکا ہے۔ یقیناً سیرت ایک لامتناہی اور متلاطم سمندر ہے۔ پھر علم سیرت محض ایک شخصیت کی سوانح عمری نہیں بلکہ یہ ایک تہذیب، ایک تمدن، ایک قوم، ایک ملت، اور ایک الٰہی پیغام کے آغاز اور انتقاء کی ایک انتہائی اہم، انتہائی دلچسپ اور انتہائی مفید داستان ہے۔

ایک مغربی مستشرق نے جو دوست نہیں، جو اپنا نہیں بلکہ ایک دشمن ہے نے یہ اعتراف کیا تھا کہ آنحضرت ﷺ کے سیرت نگاروں کا سلسلہ لامتناہی ہے لیکن اس میں جگہ پانا قابل عزت اور باعث شرف ہے، اللہ تعالیٰ یہ عزت اور شرف ہمیں بھی بخش دیں۔

آج سیرت ایک ایسا وسیع اور جامع علم ہے جس کے بہت سے حصے اور شاخیں ہیں۔ بہر حال سیرت ایک لامتناہی، کامل، جامع اور مختلف النوع موضوعات پر مشتمل علم ہے جس کی مزید شاخیں اور سیرت کے اندر مزید اقسام سیرت موجود ہیں جس پر علماء اسلام اور سکالروں نے الگ الگ شاخ اور سیرت کے الگ الگ قسم پر مختلف کتابیں لکھی ہیں۔ علم سیرت کی یہ وسعت خود اپنی جگہ آپؐ کا ایک مجزہ ہے۔ اس کے ان اقسام اور شاخوں میں سے چند اہم یہ ہیں۔

کتب سیرت کے مختلف منابع اور اقسام

تاریخی، واقعی، یا لوک سیرت:

اس سے مراد سیرت کی وہ قسم اور شاخ ہے جس میں عوامی انداز میں واقعی طور پر ابتداء سے آخر تک آپ ﷺ کی سوانح عمری بیان کرنا ہے۔ جس پر اہل علم قدیم زمانے سے چھوٹی بڑی کتابیں لکھتے چلے آ رہے ہیں۔ اس کا مقصد مسلمانوں کو سیرت کے بنیادی حقائق سے واقف کرانا۔ نبی کریم ﷺ کی عظمت، فضیلت اور بزرگی لوگوں کے سامنے آ جانا اور اس کے ذریعے نبی کریم ﷺ سے اپنا ایمانی اور محبت کارشہ استوار کرنا ہے۔

تعلیمات سیرت:

سیرت کے اس قسم کا تعلق وہ معلومات یادہ شعبے ہیں جو علم کی نشر و اشاعت تعلیم و تعلم سے متعلق ہے۔ کہ آپ ﷺ نے معلم کائنات اور معلم انسانیت کی حیثیت سے اس فریضے کو کس طرح انجام دیا۔ آپ ﷺ کی کیفیت تعلیم، اسلوب تعلیم اور طرز تعلیم کیا تھی وغیرہ۔

روحانیت سیرت:

اس سے مراد بنیادی طور پر تزکیہ اور اصلاح نفوس کے متعلق نبی کریم ﷺ کی دی ہوئی ہدایات کیا ہیں۔ آپ ﷺ نے تزکیہ نفس، روحانی پاکیزگی اور تربیت کے لیے کیا کچھ کیا اور کیا اقدامات اختیار کیے۔

ادبیات سیرت:

اس میں نبی کریم ﷺ کے خطبات اور مکاتیب کا ادبی اعتبار سے جائزہ لیا جاتا ہے۔ نیز رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کا عربی زبان کے اسالیب، ساخت، طریق ادا اور طرز بیان پر کیا اثر پڑتا ہے اور عربی زبان کو آپ نے کون کون سے نئے اسالیب عطا فرمائے، عربی کو کیا و نق بخشی۔

نفیسیات سیرت:

اس قسم کے سیرت میں ایسے پہلوؤں کی طرف اشارہ ہے اور یہ بتانا مقصود ہے کہ آپ ﷺ نے جو باتیں ارشاد فرمائی اس کے پیچے کیا کیا حکمتیں تھیں، خاطین کے ذہن، نفیسیات خیالات اور تصورات کا کیسے خیال رکھ کر بات ارشاد فرمائی۔ دعوت و تبلیغ میں مخاطب کے ذہن اور مزاج کو سامنے رکھ کر آپ ﷺ نے کیا کیا چیزیں پیش نظر رکھیں اور کن باتوں کا اور تدریج کا خیال رکھا۔

جغرافیات سیرت:

اس سے مقصود یہ بات ہے کہ جس جغرافیائی ماحول میں رسول اللہ ﷺ تشریف فرماتھے، اور جہاں یہ سارا کام ہو رہا تھا وہ علاقہ کیا تھا، اس کا جغرافیہ کیا تھا، اس میں کونے شہر تھے، کہاں کہاں کتنے فاصلے پر واقع تھے۔

کلامیات سیرت:

سیرت کی اس قسم سے مراد وہ موضوعات ہے جو علم کلام اور عقائد سے متعلق ہیں جو اصلاً سیرت سے تعلق رکھتے ہیں، لیکن ان کے معانی اور مطالب کو سمجھنے کے لیے علم کلام کا مطالعہ ضروری ہے، علم کلام کے مباحث کیے بغیر ان سے واقعیت دشوار ہے۔ جیسے نبوت و رسالت کی حقیقت و ضرورت، وحی کی حقیقت و ضرورت، ختم نبوت، معجزات، معراج وغیرہ عنوانات پر کلامی بحث کرنا۔

فقہیات سیرت:

اس سے مراد سیرت کی روشنی میں احکام شریعت کو جانتا ہے۔ بظاہر اگر سے فقه اور سیرت دو الگ الگ چیزیں سمجھی جاتی ہیں کیونکہ فقه کا دائرہ کار قانون اور شریعت کے اصول ہیں اور سیرت کا دائیرہ کار عموماً تاریخ اور رسول اللہ کی سوانح عمری ہے۔ لیکن حقیقت میں ان دونوں میں بڑا گہرا تعلق پایا جاتا ہے۔ فقه سے چونکہ مراد ایک گہری اور عمیق فہم ہے تو قرآن پاک کے احکام میں گہری فہم، سنت مبارکہ کی گہری فہم، سیرت طیبہ کی گہری فہم، جب تک ان تینوں چیزوں کی گہری فہم حاصل نہ ہو، تب تک ان تینوں مصادر بدایت میں گہری بصیرت حاصل نہیں ہوتی، اس وقت تک شریعت کے قوانین اور احکام پر عمل کرنا بھی آسان نہیں۔ اس لیے فقه اور سیرت میں انتہائی اور قریبی ربط پایا جاتا ہے۔

شریعت کے بہت سے احکام کی تفسیر، نزاکت اور حکمت سیرت کے بغیر نہیں سمجھا جاسکتا۔ اس اعتبار سے سیرت ہی کی عملی تطبيق کا نام فقه ہے۔ آج بیسویں صدی کی ابتداء سے فقه السیرۃ کے نام سے مطالعہ سیرت کا ایک نیا انداز متعارف ہو گیا ہے۔

اس فقه السیرۃ سے مقصد محض سیرت کے واقعات بیان کرنا، محض سیرت کی تاریخی تفصیلات سے اعتمان کرنا نہیں ہے، بلکہ اس کا حقیقی مقصد یہ ہے کہ سیرت کے ان تاریخی واقعات اور تفصیلات میں جو سبق پہاں

ہے، اس کو نمایاں کیا جائے، جو بصیرتیں اور حکمتیں سیرت پاک کے واقعات میں پوشیدہ ہیں، ان کو سامنے لایا جائے اس طرح کے کاوش کا نام فتنہ اسریہ یا فتنہیات سیرت ہے۔
اجتماعیات یا سیاسیات سیرت:

اس سے مراد ہے کہ سیرت نبوی کا مطالعہ اجتماعیت کے نقطہ نظر سے کیا جائے، کہ رسول اللہ ﷺ کے اقدامات اور فیصلوں کا اجتماعی پس منظر کیا تھا، جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ کے بہت سے اقدامات اور فیصلوں کا اجتماعی پس منظر کیا تھا، کس باحول اور کس پس منظر میں آپ ﷺ نے کام کیا، مدینہ منورہ میں اجتماعیت کس رنگ کی تھی، خاندان اور قبائل کون کون نے تھے۔ اس میں تعلقات کی نوعیت کیا تھی۔ مدینہ کی زندگی اور معاشرت کیا تھی، مکہ کی شہری ریاست کیا تھی اور پھر مدینہ میں ریاست کیسے اور کن کن اقدامات سے وجود میں آئی۔ پھر اس ریاست میں حکومت کس نوعیت کی تھی، کوئی کون نے شعبے اور نظم قائم تھے وغیرہ، تو اس اجتماعی اور سیاسی پہلو پر سیرت نبوی کے مطالعہ کو اجتماعیات سیرت یا سیاسیات سیرت کہتے ہیں۔

اچھائی اور برائی

دو گھرے دوست صحرائیں سفر کر رہے تھے۔ سفر کرتے کرتے دونوں میں کسی بات پر بحث و تکرار ہو گئی اور بات اتنی بڑھی کہ ایک دوست نے دوسرے کے منہ پر تھپڑے مالد تھپڑ کھانے والا دوست بہت دکھی ہوا مگر کچھ بولے بغیر اس نے ریت پر لکھا "آج میرے سب سے اچھے اور گھرے دوست نے میرے منہ پر تھپڑ مالد"۔
چلتے چلتے ان کو ایک جھیل نظر آئی، دونوں نے نہانے کا ارادہ کیا۔ جس دوست کو تھپڑ پڑا تھا اچانک وہ جھیل کے نیچے دلدلی حصہ میں پھنس گیا، مگر جس دوست نے تھپڑ مالدا تھا اس نے اسے بچا لیا۔ تب بچنے والا دوست نے پتھر پر لکھا "آج میرے سب سے اچھے اور گھرے دوست نے میری زندگی بچائی"۔

یہ دیکھ کر جس دوست نے تھپڑ مالدا تھا اور بعد میں جان بچائی اس نے پوچھا "جب میں نے تم کو دکھ دیا تو تم نے ریت پر لکھا تھا اور جب جان بچائی تو تم نے پتھر پر لکھا کیوں؟"

پہلے دوست نے جواب دیا "جب کوئی آپ کو دکھی کرے یا لکھیں دے تو یہی شے اس کی وہ بات ریت پر لکھونا کہ درگز کی ہو اسے مٹا دے۔ لیکن جب بھی کوئی آپ کے ساتھ بھلانی کرے تو اس کی اچھائی پتھر پر نقش کروتا کہ کوئی اسے مٹانے سکے؟"

سیرت کا مطالعہ کیوں اور کس طرح؟

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

سیرت کا موضوع ایک سداہمہ موضوع ہے، جس کی رعنائی اور گل فشانی نہ ختم ہوئی ہے اور نہ قیامت تک ہوگی، دل و دماغ کو مسخر کرنے والے خطیبوں کے لیے بھی جان خطا بت ہے، نامور مصنفوں کے ذوق تحقیق اور طرز نگارش کے لیے بھی اونچ کمال ہے۔

اس لیے مشاہیر علماء میں شاید ہی کوئی عالم ہو، جس نے براہ راست یا بالواسطہ پوری سیرت یا اس کے ایک حصہ کو اپنا موضوع نہ بنایا ہو، شعر و سخن کے باب میں نعت ایک مستقل فن ہے جس میں ذکر یاد بھی ہے اور پاکیزگی بھی، اس لیے سیرت کی کتابیں ہر زبان میں مل جاتی ہیں اور اردو زبان کا دامن بھی اس نسبت سے بہت مالا مال ہے، بڑی چھوٹی، متوسط، سارہ، آسان، ادبی حلاوت سے معمور، بڑوں، چھوٹوں، نوجوانوں، عورتوں، تعلیم گاہوں کی نصابی ضرورت، غرض ہر مناسبت سے سیرت نبوي پر ایک ذخیرہ موجود ہے۔

پھر ہر دبستان فکر کے اہل علم نے اس موضوع پر قلم انٹھایا ہے اور بارگاہ نبوت تک محبت اور حترام کا نذرانہ پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ اس لئے ہر شخص کو اپنے مذاق و مزاج اور صلاحیت کے مطابق سیرت محمدی کے مطالعہ کا موقع حاصل ہے۔

چونکہ اسلام کی تمام تعلیمات کی اساس رسول اللہ ﷺ کا اسوہ ہے اور شریعت کے تمام احکام کا مدار آپ کی ذات والاصفات ہے، ہم خدا کو ایک مانتے ہیں، وہی ورسالت کے نظام پر یقین رکھتے ہیں، آخرت پر ہمارا ایمان ہے، کچھ چیزوں کو فرائض و واجبات اور کچھ چیزوں کو حرام و مکروہ تصور کرتے ہیں، کچھ احکام حلال اور مباحات کے قبل سے ہیں، ان تمام اعتقادی و عملی احکام کی بنیاد کتاب اللہ اور سنت رسول ہے۔ کتاب اللہ سے مراد وہ کتاب الٰہی ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی اور سنت آپ ﷺ کے فرمودات اور معمولات سے عبارت ہے۔

غرض دین کے یہ دونوں ہی مصادر آپ ہی کی ذات سے متعلق ہیں، اس لئے دین حق کے دشمنوں نے ہمیشہ آپ کی ذات کو ہدف بنانے کی کوشش کی ہے، صلیبی جنگوں میں ٹکست و ہزیت کے بعد جب ال مغرب اس بات سے مایوس ہو گئے کہ وہ جنگ کے میدان میں عالم اسلام کو زیر نہیں کر سکیں گے، تو انہوں نے علم و قلم کے ہتھیار سے اسلام پر حملہ کرنا شروع کیا اور یوں تو انہوں نے قرآن و سنت کے استناد و اعتبار سے لے کر احکام شریعت کی معقولیت اور اسلامی تاریخ تک ہر شعبہ دین کو اپنے حملہ کا نشانہ بنایا، لیکن پیغمبر اسلام ﷺ کی حیات مبارکہ ان کی یلغار کا خاص ہدف رہتی ہے، کیوں کہ آپ ہی کی ذات پر دین کی بنیاد ہے، اگر آپ کی شخصیت کو مجروم و مخلوق کر دیا جائے، تو دین کی پوری بنیاد ہی منہدم ہے، چنانچہ مستشرقین نے اس موضوع پر اتنا کچھ لکھا ہے کہ اس کی فہرست بندی کے لیے بھی مستقل کتاب درکار ہے۔

یہ سب کچھ زیادہ ترا نگریزی اور دوسری یورپی زبانوں میں ہوا ہے اور بد قسمتی سے اس وقت بھی زبانیں علم و تحقیق اور ایجادات و اختراعات کی نمائندہ ہیں۔ اس لیے اس دور میں نہ صرف غیر مسلم بلکہ جدید تعلیم یافتہ مسلمان بھی ان زبانوں کو سکھ راجح الوقت کی طرح اختیار کرنے پر مجبور ہیں، اور وہ نہ صرف اپنے فن کی کتابیں بلکہ مذہب اور تاریخ بھی ان ہی زبانوں کے واسطے سے پڑھتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جن لوگوں کو سیرت کی مستند کتابیں پڑھنے، یا اہل علم سے استفادہ کرنے کا موقع ملا ہے، ان کے دلوں میں بھی شکوک و شبہات کے کانے پھینے لگتے ہیں اور وہ بھی مغرب کے دام ہم رنگ زمین کے اسیر ہوئے جاتے ہیں، حالاں کہ اولاً تو مستشرقین کی تحریریں اسلام کے بارے میں تعصب اور نگ نظری سے خالی نہیں ہوتیں، دوسرے مستشرق مصنفوں کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے، جو عربی زبان سے برادرست واقف نہیں، جن کی معلومات واسطہ درواسطہ ہے اور وہ لکیر کے فقیر کی طرح ایسی باتوں کو دھرائے جاتے ہیں، جن کی نامعقولیت بار بار واضح کی جا سکی ہے۔

غرض کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و اتباع کے لیے، ایمان کی حفاظت کے لیے مطلوبہ محبت و احترام سے اپنے دل و دماغ کو معمور رکھنے کی غرض سے اور اعداء اسلام کی فتنہ سامانیوں اور قلمی شرائیگیزیوں سے بچنے کے

لیے سیرت نبوی کا مطالعہ وقت کی نہایت ہی اہم ضرورت ہے۔ جسے کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے مسلمان نوجوانوں کو خاص کر سیرت کی کتابیں پڑھنی چاہے اور تعلیم گاہوں کے ذمہ داروں کو اس کا اہتمام کرنا چاہیے کہ وہ سیرت کی کوئی مناسب کتاب ضرور اپنے بچوں کو پڑھائیں۔

یہ بھی ایک اہم سوال ہے کہ سیرت کا مطالعہ کس طرح کیا جائے؟۔۔۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے دو حصے ہیں، ایک حصہ تو آپ کے فضائل و مناقب کا ہے، یہ تو بے شمار ہیں، اور بقول شاعر:

”بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر!“ یعنی حاصل یہ ہے کہ خدا کے بعد آپ کی ذات سب سے بزرگ و برتر ذات ہے۔ عام طور پر ہمارے یہاں سیرت کے جلسے اسی موضوع کے لیے مخصوص ہو گئے ہیں، مجھے اس کی اہمیت سے انکار نہیں، لیکن مطالعہ سیرت کے لیے صرف اسی ایک پہلو کو کافی سمجھنا صحیح نہیں۔۔۔

سیرت کے مطالعہ کا ایک طریقہ یہ ہے کہ آپ کی سیرت کو اپنی عملی زندگی کے لیے آئینہ بنایا جائے اور اس کو سامنے رکھ کر انسان اپنی اصلاح کرے اور اپنے اعمال و اخلاق کو سنوارے۔

عبدات اور شرعی احکام کے معاملہ میں تو ہم سنت نبوی کی طرف رجوع کرتے ہی ہیں، لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ اجتماعی زندگی، سیاسی حکمت عملی اور دوسری اقوام کے ساتھ سلوک و تعلق کے معاملہ میں بھی رسول اللہ ﷺ کے طرز عمل کو ہم اپنے سامنے رکھیں، ہم دیکھیں کہ کہاں مسلمانوں کے حالات کی زندگی کے سے مشاہدہ رکھتی ہیں، اور وہاں ہمارا رویہ کیا ہونا چاہیے؟ کہاں ہمارے حالات مدنی زندگی اور صلح حدیبیہ سے پہلے کے سے ہیں؟ اور وہاں ہمارے لیے اسوہ نبوی کیا ہے؟ کس مرحلہ پر ہمیں حدیبیہ کی ضرورت ہے؟ اور کہاں جرأت فرزانہ درکار ہے؟

افسوس ہے کہ ہم نے بھی اپنی قوی زندگی اور ملی مسائل میں ان لوگوں کی طرف جو خدا اور رسول اور دین و شریعت پر ایمان نہیں رکھتے، صرف مادی نفع و نقصان کے اعتبار سے غور کرنا اور منصوبے بنانا شروع کر دیا ہے، حالاں کہ بحیثیت مسلمان ہمیں ہر موڑ پر اسوہ حسنہ کو ملحوظ رکھنا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ اس موقع پر ہمارے لیے کیا رہنمائی ملتی ہے؟ اس میں ہماری دنیا کی کامیابی بھی ہے اور آخرت کی فلاح بھی۔

سیرت کے بڑے چند اصلاح طلب پہلو

مولانا ابن الصحن جمیع

دیے تو نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کے موضوع پر مختلف اوقات دایام میں سال بھر کا انفر نہیں، محفلین اور جلسے منعقد ہوتے رہتے ہیں لیکن ماہ ربيع الاول کی آمد کے ساتھ ہی ان کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہو جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی ذات کے ساتھ ایک مسلمان کی عقیدت و محبت اس کے ایمان کا حصہ اور اس کی فطرت کا لازوال جزء ہے اور فتنوں اور گناہوں کے اس گھٹائوپ دور میں بھی الحمد للہ ایک عام مسلمان کا یہ سرمایہ کافی حد تک محفوظ ہے۔ وہ آپ کے نام و آبرو پر جان ثار کرنے اور آگے بڑھ کر گردن کتوانے کو مایہ فخر ہی نہیں بجا طور پر اپنے لیے ذریعہ نجات بھی سمجھتا ہے۔

لیکن محبت و عقیدت کے لطیف و حساس جذبات کے ساتھ ہمیشہ سے یہ الیہ رہا ہے کہ اگر ان کی حدود کی پاسانی اور کڑی گمراہی کی جائے تو وہ قباحتوں پر مشتمل، اظہار کی ایسی ایسی شکلیں اختیار کر جاتے ہیں جن میں محبت و عقیدت کے اصل تقاضوں کو سرے سے ہی پاماں کر دیا جاتا ہے۔

ہمارے آج کے معاشرے میں ربيع الاول کے مینے میں بڑھتے ہوئے سیرت کے جلسے کچھ لیکی ہی بے اعتدالی کی صورت اختیار کرتے جاتے ہیں۔ ہمیں نبی کریم ﷺ کی پاکیزہ سیرت کے موضوع کے حوالے سے کافر نہیں، جلسے اور محفلین منعقد کرتے ہوئے مندرجہ ذیل پہلوؤں پر پوری دل سوزی اور درد مندی کے ساتھ غور کرنا چاہیے۔

سیرت کا جو جلسہ ہم کرنے جا رہے ہیں سب سے پہلے اس میں یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ وہ کسی ایسی جگہ تو منعقد نہیں ہو رہا جو عام لوگوں کی گزر گاہ اور آنے جانے کا راستہ ہے، کئی علاقوں میں عام راستوں کو ٹینٹ اور خیے لگا کر کئی گھنٹوں کے لیے بند کر دیا جاتا ہے اور پھر غصب یہ کہ بسا اوقات ہر گلی اور ہر راستہ مستقل ایک الگ جلسہ گاہ کی صورت اختیار کر جاتا ہے۔ اس صورت میں اپنی منزل تک پہنچنے کے لیے خالی راستے کی تلاش میں بہت سے لوگ سر گردان گھومتے رہتے ہیں، اس قسم کے جلوسوں کے نظمیں کو اچھی

طرح غور کر لینا چاہیے کہ جس نبی کی پاک سیرت بیان کرنے کے لیے یہ محنت کی جا رہی ہے، اس نبی کا مبارک ارشاد ہے کہ جو شخص راستے کو تنگ یا بند کرے گا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔

یہ پہلو بھی نظر سے ہر گز او جمل نہیں رہنا چاہیے کہ جلسہ گاہ میں جن بر قی مقنوں سے روشنی کا سیلاب بہایا گیا ہے، ان کی بھلی کہاں سے لی گئی ہے اور اس کے اخراجات کون اٹھا رہا ہے؟
 اگر یہ بھلی ناجائز طریقے سے کنڈہ لگا کر حاصل کی جا رہی ہے، تو اس سے بڑھ کر افسوس کی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ جس زرق برق ماحول میں سیرت طیبہ بیان کی جا رہی ہے، اسے ناجائز اور حرام طریقے سے روشن کیا گیا ہو، ایسا ماحول کسی کی اصلاح کا کیا ذریعہ بن سکے گا اور وہاں سے سیرت کا پیغام کیسے عام ہو سکے گا؟
 سیرت کے جلسوں میں لاوڈ سپیکر کا بے تحاشا اور بے محابا استعمال بھی قابل توجہ ہے۔ حاضرین تک آواز پہنچانے کے لیے ضرورت کے وقت اس آلہ کا استعمال شرعی لحاظ سے بلاشبہ جائز ہے۔ لیکن یہ بوقت ضرورت اور بقدر ضرورت ہونا چاہیے، بلا ضرورت اس کا استعمال جہاں اسراف کے زمرے میں آتا ہے، وہیں یہ بہت سے انسانوں کی تکلیف و ایذاء کا بھی سبب بنتا ہے۔

افسوس کی بات تو یہ ہے کہ اکثر جلسوں میں حاضرین کی تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی ہے اور بعض جگہ تو لاوڈ سپیکر کی تعداد زیادہ اور حاضرین کی تعداد کم ہوتی ہے لیکن دوسری طرف اس کی آواز سے پورا محلہ گونج رہا ہوتا ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ سیرت کا جلسہ نہیں کوئی احتیاجی مظاہرہ ہو رہا ہے۔ آپ خود فیصلہ کریں کہ اس طرح لاوڈ سپیکر استعمال کرنے کے شرعاً اخلاقاً کسی بھی طرح کی کوئی گنجائش نکل سکتی ہے؟۔۔۔

”وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا وہ مرادیں غریبوں کی برارانے والا“ جیسا سارہ اور پڑتا شیر کلام اگر کوئی دماغ کو ماؤف کر دینے والے، وہ شور کے ساتھ نشر کرتا ہے، تو اسے سوچنا چاہیے کہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والی اس مقدس ہستی کی نعمت خوانی کا یہ انداز اسلوب کسی مسلمان کے لیے کہیں زحمت کا سبب تو نہیں بن رہا، اس سے محلے کے کسی بیمار، کسی بوڑھے، کسی بچے اور کسی آرام کرنے والے کی نیند و آرام میں خلل تو نہیں پڑ رہا، اگر سیرت بیانی اور نعمت خوانی کا ہمارا عمل، ہمارا اسلوب اور ہمارا انداز کسی بیمار کو ترپا رہا ہے، کسی بوڑھے کو ہکلارہا ہے، کسی بچے کو لارہا ہے اور کسی آرام کے خواہش مند کو جگا رہا ہے تو بتائیں کہ

اس طرح سیرت بیانی کا ہمیں کیا اخروی فائدہ ہو سکتا ہے؟ پورے محلے کو شور کے عذاب میں مبتلا کر کے سیرت بیانی کرنے سے اس مقدس ہستی کی روح کو خوشی ہو گی یا اذیت جس کا ارشاد کہ حقیقی اور کامل مسلمان وہی شخص ہو سکتا ہے جس کی زبان اور ہاتھ کے شر اور تکلیف سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں؟

سرکاری سطح پر قوی سیرت کانفرنس بارہ ریچ الاؤل کو اسلام آباد میں منعقد ہوتی ہے جس میں ملک کا صدر، وزیر اعظم شریک ہوتا ہے۔ اخبار کی سرخیوں کی زینت بننے والا یہ جملہ ہر صدر، وزیر اعظم اور ہر سربراہ حکومت کے پیغام اور تقریر میں شامل ہوتا ہے کہ ”سیرت طیبہ مسلمانوں کے لیے بہترین مشعل راہ ہے“۔۔۔۔۔ لیکن اس پیغام کو نشر کرتے ہوئے یا یہ جملہ کہتے ہوئے کبھی سنجیدگی کے ساتھ سوچا بھی گیا کہ جس پاکیزہ سیرت کو بہترین مشعل راہ قرار دیا جا رہا ہے، ہم نے اپنی زندگی کے کس کس تاریک پگڑنڈیوں میں اس مشعل راہ سے روشنی حاصل کی ہے اور ہم نے اپنی شاہراہ حیات کی کن کن تاریک پگڑنڈیوں میں اس مشعل کون سے شعبے ہیں جن میں ہم سیرت طیبہ سے رہنمائی حاصل کرنے اور اس رہنمائی کے مطابق انقلابی تبدیلیاں لانے میں واقع سنجدہ ہیں؟

اگر ان سوالات کا جواب نفی میں ہے تو اس طرح کی یہ کانفرنس ”نشستن، گفتن، خوردن، برخاستن“ کے سوا کچھ بھی نہیں۔

سیرت کی بہت سی سرکاری اور غیر سرکاری محفلوں میں اختلاطِ مرد و زن بھی ایک عام و باکی شکل اختیار کر رہا ہے۔ ماڈریٹ خواتین زیبائش و آرائش سمیت پوری بے پر دگی کے ساتھ جلسے گا کا یوں رخ کرتی ہیں جیسے کسی شادی ہال میں جا رہی ہوں۔

نبی اکرم ﷺ کی مقدس سیرت طیبہ بیان کرنے کے لیے منعقد کی جانے والی ان کانفرنسوں، ان جلسوں اور ان محفلوں کے منتظمین کو کم از کم یہ بات تو ضرور سوچنی چاہیے کہ ان جلسوں، کانفرنسوں اور محفلوں کے ماحول میں سنت کی سادگی و برکت، اس کا سکون و اطمینان اور اس کی جاذبیت و روحانیت کی کچھ جملک تو نظر آئے جو شریک ہونے والوں کو اگر اپنی زندگی کی غلط روشن ترک کرنے پر آمادہ نہ کر سکے تو کم از

کم ان کے دل میں ایک خلش تو پیدا کر سکے۔ شیطانی یلغار سے لٹی پئی زندگی کے متعلق حسرت و ندامت کا ایک داغ بھی اگر کسی ایسی محفل سے ہاتھ آجائے تو سمجھئے کہ نشانِ منزل مل گیا تاہم یہ اسی وقت ممکن ہے جب سرور دو عالم ﷺ کی پاکیزہ سیرت کے لیے سجائی جانے والی محفل میں ایک ایک سنت اور شریعت کے ایک ایک حکم کی رعایت رکھی گئی ہو۔۔۔۔۔ لیکن جس جلسہ گاہ، جس مجلس اور جس محفل میں اللہ اور اس کے رسول کی تافرمانیوں کی آلو دگی ہو، جس کی نظم و ترتیب میں مصروف ہو کر منتظمین کی فرض نمازیں چھوٹ جاتی ہوں، جہاں فراہم کی جانے والی روشنی ناجائز طریقے سے حاصل کی گئی ہو، جہاں بے پرداخ خواتین کا جمگھڑا زیبا کش و آرائش میں مشغول ہو، جہاں سے اٹھنے والا بے محابا شور کئی ضعیف اور بیمار انسانوں کے دل و دماغ پر بھلی بن کر گر رہا ہو، جہاں سنت رسول کی برکت، اس کی روحانیت، اس کی سادگی، اس کی شفقتی اور اس کی پاکیزگی دور تک نظر نہ آرہی ہو، ایسی محفل کہاں خیر و برکت کا ذریعہ بنے گی اور وہاں سے سیرت کا پیغام کیونکر عام ہو سکے گا؟

بارہ ربیع الاول کو ”جشن میلاد“ کے عنوان سے امت جس تیزی کے ساتھ خرافات میں کھو رہی ہے، دین کا حقیقی اور صحیح فہم رکھنے والے علماء، خطباء، اہل قلم اور داعی حضرات کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ مناظر انہ اسلوب سے ہٹ کر حکمت عملی اور پوری ہمدردی کے ساتھ عام سادہ لوح مسلمانوں کو یہ حقیقت سمجھانے کی کوشش کی جائے کہ ان میلیوں، ان شبیوں، اس راگ، اس شور و غوغاء اور جلوسوں کی اس ہلڑ بازی کا سرور دو عالم ﷺ کی مبارک سیرت اور آپ کی شریعت سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں۔

اگر یہ جشن دین داری اور سیرت نبویہ کا حصہ ہو تا تو برادر اہل راست نبی اکرم ﷺ کی آغوش ہدایت و شفقت میں پروش پانے، جان کی بازی لگانے اور قیصر و کسری کے ایوانوں میں اسلام کا پرچم بلند کرنے والے خیر القرون کے سعادتمندوں کے جشن میلاد کے زمزموں سے زمانہ گونج رہا ہو تا۔۔۔۔۔

جبات نبی اکرم ﷺ کی آغوش میں طویل عرصہ رہ کر انسانیت کے وہ محسن نہیں سمجھ سکے، جو کام دین اور نبی اکرم ﷺ کی مبارک زندگی سے وہ اخذ نہیں کر سکے، چند نادنوں کو وہ آج کیسے سمجھ میں آیا۔۔۔۔۔ اس فہم کی خیر ہو جس پر یہ رازاب کھلا، اس عقل کی خیر ہو جس کا عقدہ اب کھلا۔۔۔۔۔!

سییرت اور قرآن

ڈاکٹر سید عزیز الرحمن

لفظ سیرت ساریسیروں سے بمعنی چنان، جانا، سفر کرنے سے تکلیف ہے۔ قرآن پاک میں فعل ماضی ساز کا استعمال سورہ قصص میں اس طرح آیا ہے!

فَكَيْمَا قَضَى مُؤْسِى الْأَجَلَ وَسَارَ أَبْأَهْلَهُ أَنَّسَ مِنْ جَانِبِ الْطُّورِ نَازًا۔ (سورہ قصص: ۲۹)

”غرض جب موسیٰ اُس مدت کو پوری کر چکے اور (با جاگزت شعیب علیہ السلام کے) اپنی بی بی کو لے کر (مصر یا شام کو) روانہ ہوئے تو ان کو کوہ طور کی طرف سے ایک (روشنی بھکل) آگ دکھائی دی۔“
فعل مضارع یسیر و اکا استعمال قرآن مجید میں سورہ روم میں اس طرح آیا ہے۔

أَوْلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْذِينَ - مَنْ قَبْلِهِمْ كَانُوا أَشَدُّ مِنْهُمْ فُقْتَةً۔ (سورہ روم: ۹)

”کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں، جس میں دیکھتے بھالتے کہ جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا انجام کیا ہوا۔ وہ ان سے قوت میں بڑے ہوئے تھے۔“

فعل سار کو جب لفظ السنۃ کے ساتھ استعمال کریں مثلاً کہیں سارا السنۃ تو اسکے معنی ہوتے ہیں سلکھنا و عمل پہاڑا (وہ اس کے طریقے پر چلا اور عمل کیا)۔

اسی طرح کہتے ہیں **إِسْتَأْرَادِ إِسْتِيَارًا إِسْيِيرَةً فُلَانِ** جس کے معنی ہیں، مشقی علی خطیبہ و اسٹن یُسْتَتِّھے یعنی وہ اس کے نقش قدم پر چلا اور اس نے اس کا طریقہ اپنایا۔

تو جب فعل ساریسیروں کے معنی ہوئے چلتا تو جو اسم (یعنی لفظ سیرت) اُس سے تکلا تو اس کے معنی ہوئے چال چلن، طرزندگی، کردار، طریقہ، عادت، ہیئت، حالت، سوانح حیات، کسی شخص کے لوگوں کے ساتھ سلوک کی کیفیت، چنانچہ کسی شخص کی خوبی بیان کرتے ہوئے کہا جاتا ہے **هُوَ حَسَنُ السِّيَرَةِ** (وہ اچھی عادات و کردار کا حامل ہے) یعنی لوگوں کے ساتھ اُس کا سلوک اچھا ہے۔

اسی سے عربی کی یہ مثل چلی مئن طَابَتْ سِيْرَتَهُ، حَمَدَث سِيْرَتَهُ، (جس کا باطن اچھا اور نیت اچھی ہوئی تو اُس کا سلوک اچھا، اُس کی سیرت اچھی)۔

قرآن مجید میں لفظ ”سیرت“ بمعنی ہیئت سورہ طٰہ میں حضرت موسیٰؑ کے قصے میں اس طرح آیا ہے کہ جب ان کا عاصماً مجھہ کے طور پر دوڑتا ہوا سانپ بن گیا تو حضرت موسیٰؑ کو اُسے ہاتھ میں لیتے ہوئے قدرے خوف محسوس ہوا تو ان سے ارشاد ربانی ہوا!

خُذْهَا وَلَا تَخْفَ سَنْعِيدُهَا سِيْرَتَهَا الْأُولَى۔ (سورہ طٰہ: ۲۱)

”اس کو پکڑ لو اور ڈرو نہیں، ہم اس کو ابھی اُس کی پہلی سیرت (ہیئت و حالت) پر کر دیں گے۔“

اصطلاحی و معروف معنی

مصدر ر ”سیرتا“ اور اسم ”سیرٹ“ کے بالترتیب لغوی معنی چلانا اور چال چلنی ہیں۔ اصطلاحی و معروف معنی طرز عمل، طریقہ، معاملہ، کردار، صلح و جنگ کے متعلق اسلام کا مخصوص طریقہ، غیر مسلموں کے ساتھ اسلام کا بین الاقوامی قانون اور اخیر اسیرت بمعنی ”سوائچے حیات“ کی طرف انتقال معنی مختلف مراحل میں ہوا۔

ابتداء ”سیرتا“ سے مراد السیِّرٰی الْغَزُو (اسلامی فوج کا جنگ کے لیے جانا) ہوتا تھا۔

چنانچہ اسلامی غزوات اور جنگوں کے بیان کے لئے جو کتابیں لکھی جاتی تھیں انہیں کتاب المغازی یا کتاب السیِّر کا نام دیا جاتا تھا۔ سیِّر، سیرت کی جمع ہے۔

امام ابن شہاب زہری (م ۱۴۱ھ) محمد بن الحنفی (م ۱۵۱ھ) اور عمر بن راشد الازدي (م ۱۵۲ھ) کی کتاب المغازی اور بعد کے دور میں محمد بن عمر الواقدی کی کتاب التاریخ والمغازی، ابن عبد البر کی الدرر فی اختصار المغازی والسیر اور سلیمان بن موسیٰ الکلاعی الاندلسی کی الاکتفاء فی مغازی رسول اللہ، سیرت کی ایسی ہی چند کتابیں ہیں جن میں نبی کریم ﷺ کے غزوات کا تفصیلی بیان ہے۔

بعد کے ادوار میں لفظ سیرت کے مفہوم میں قدرے توسع ہوئی اور سیرت کی کتابوں میں امام وقت کا غازیوں، اسلامی فوج اور دشمن فوج کے ساتھ مختلف سلوک اور ان سے مختلف معاملات کا بیان کیا جانا شروع ہوا۔ دورانِ جنگ و شمن کے مختلف طبقوں مثلاً کافر۔ باغی، طالب امن (متامن)، مرتد، ذمی وغیرہ کے ساتھ مختلف نوعیت کے سلوک کے بیان کے لئے لفظ "سیرت" استعمال کیا جانے لگا۔ حافظ عبد المؤمن الد میاطی کی سیرت دمیاطی، شیخ ظمیر الدین گازروں کی سیرت گازروں، علامہ مخلطائی کی سیرت مخلطائی اور ابن عبد البر الاندلسی کی سیرت ابن عبد البر اس کی چند مثالیں ہیں۔

اہل فقہ نے اس کے مفہوم میں کچھ تبدیلی کر کے لفظ سیرت بین الاقوای قانون کے لیے استعمال کرنا شروع کیا۔ چنانچہ حضرت امام ابو حنیفہ کے مشہور شاگرد حضرت امام محمد بن الحسن الشیعیانی نے "كتاب السیرۃ الکبیر" اسی معنی کو ملحوظ رکھتے ہوئے لکھی یعنی جنگ و صلح میں مسلمانوں کا دیگر اقوام و ملل کے ساتھ معاملہ و طریقہ۔ بعض محمد شین نے مخصوص مضامین سیرت کو شماکل و خصائیں کے نام سے ترتیب دیا اور حضور ﷺ کے سراپا، حالات و عادات اور کرمیانہ اخلاق کی حد تک سیرت کے مضامین کو مخصوص کر دیا۔ امام محمد بن عیسیٰ الترمذی (صاحب ترمذی شریف) کی الشماکل النبویہ والخصائیں المصطفویہ اس کی ایک نمایاں مثال ہے۔

ہوتے ہوتے سیرت کے مفہوم میں مزید توسع ہوئی اور یہ کسی اہم تاریخی ہستی کے کارناموں اور اس کی سوانح حیات کے لئے استعمال ہونے لگا، جس میں اس اہم ہستی کے ذاتی حالات، اس کے عادات و خصائیں، اس کا معاشرتی، معاشی، علمی یا سیاسی مقام، اس کی تعلیمات کے ثابت اثرات اور ان کے نتیجے میں ظہور پذیر معاشی، معاشرتی یا سیاسی تبدیلیاں وغیرہ جملہ امور پر رoshنی ڈالی جانے لگی۔

سیرت اور قرآن مجید

قرآن کریم محض سیرت کی کتاب نہیں ہے۔ اس میں سیرت کے علاوہ اور بھی بہت کچھ ہے۔ محققین نے بطور نص بیان کردہ قرآنی مطالب و معانی کی پانچ اقسام بیان فرمائی ہیں۔

۱: علم احکام۔۔۔ عبادات، معاملات، خانگی نظم و نت، ملکی و انتظامی امور میں جو چیزیں حلال، حرام، فرض، واجب، مندوب، مبارح یا مکروہ ہیں ان کا بیان۔ قرآن کے حصوں کو حضرات فقهاء نے اپنی علمی و تحقیقی کاوشوں کا محور بنایا ہے۔

۲: علم مخصوصیہ۔۔۔ غیر مسلم گراہ فرقوں میں خصوصائیہ و دو نصاریٰ اور منافقین و مشرکین کے عقاوم کا بطلان اور ان فرقوں سے مخاصمہ۔ حضرات متکلمین نے اسے اپنی علمی مساعی کی جوانان گاہ بنایا ہے۔

۳: علم تذکیر بایام اللہ۔۔۔ حضرات انبیاء علیہم السلام، اولیاء کرام اور نیک لوگوں کے قصے اور ان پر انعامات اللہ کا ذکر۔ نیز نافرمان بندوں کے تذکرے، ان کی سزاوں اور ان پر عذاب اللہ کا ذکر۔ اہل سیر نے اُنکی آیات کو خصوصیت سے اپنا موضوع بنایا ہے۔

۴: علم تذکیر بالبیوت۔۔۔ موت کے بعد پیش آنے والے واقعات کا علم، حشر نشر، جنت دوزخ، حساب کتاب اور میزان وعد و غیرہ کا ذکر۔ یہ صوفیاء کا خصوصی شعبہ ہے۔

۵: علم تذکیر بالاعلام۔۔۔ اللہ پاک کی نعمتوں، تخلیق ارض و سماء اور عنایات باری تعالیٰ کا ذکر۔ یہ واعظین کی خصوصی دلچسپی کا شعبہ ہے۔

الغرض سیرت منصوصی قرآنی شعبہ ہے اور اس کا قرآنی تعلیم سے گہرا تعلق ہے۔ مختلف قرآنی آیات میں نہ صرف نبی اکرم ﷺ کی سیرت مبارکہ کے متعدد واقعات کا ذکر ہے بلکہ دیگر انبیاء علیہم السلام کی سیرتوں سے متعلق بھی ہمیں قرآنی سورتوں میں کافی مواد ملتا ہے۔

قرآن کریم میں جن ۲۵ پیغمبروں کا نام لے کر ذکر کیا گیا ہے، ان میں سے بعض کے نام پر تو مستقل قرآنی سورتیں ہیں مثلاً سورہ یونس، سورہ ہود، سورہ یوسف، سورہ ابراہیم، سورہ محمد۔

اسی طرح بعض صالحین کے نام پر بھی بعض قرآنی سورتوں کے نام رکھے گئے ہیں، مثلاً سورہ کہف، سورہ مریم، سورہ لقمان وغیرہ۔ اسی طرح بعض انبیاء و صالحین کا مختلف قرآنی سورتوں میں نام لے کر یا بالغیر

نام لئے تفصیلی ذکر ہے۔ یہ درحقیقت ان بزرگوں کی سیرتیں ہیں جن میں مومنین کے لیے زندگی کے پاکیزہ نمونے اور متعدد عبرتیں اور سبق ہیں۔ سورہ حود میں مومنین کے لیے ان سیرتوں کے بیان کی حکمت اور بعض فوائد اس طرح بتائے گئے ہیں۔

مَا نَبَّأْتُ إِلَيْهِ فُؤَادَكَ وَجَاهَكَ فِي هَذِهِ الْحَقِّ وَمَعْظَلَةٌ وَذُكْرًا لِلْمُؤْمِنِينَ ⑤

”کہ اس کے ذریعے سے ہم آپ کے دل کو تقویت دیتے ہیں اور ان قصوں میں آپ کے پاس ایسا مضمون پہنچا ہے، جو خود بھی راست (اور واقعی) ہے اور مسلمانوں کے لئے نصیحت ہے اور یاد دہانی ہے۔“

یعنی ہمارے اس بیان سیرت سے آپ کا فائدہ بھی مقصود ہے اور عام مومنین کا نفع بھی۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ اور آپ ﷺ کے پاکیزہ حالات و واقعات سے متعلق قرآنی آیات میں کافی ذخیرہ موجود ہے اور یہ آپ ﷺ کی سیرت کا مستند ترین حصہ ہے۔ مثلاً!

۱: آپ ﷺ کا نام مبارک محمد، سورہ الحج: ۲۹ احمد، سورہ صفحہ: ۶۔

۲: آپ ﷺ کا پاکیزہ نسب نامہ: آپ ﷺ کے والد بزرگوار حضرت عبد اللہ سے لے کر اوپر حضرت آدم علیہ السلام تک سورہ توبہ: ۱۲۸: لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ میں لفظ أَنفُسِكُمْ کو (بروایت حضرت انسؓ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فَ کے پیش کے بجائے فَ کے زبر کے ساتھ پڑھا (أَنفُسِكُمْ بِيَعْنَى أَنْفَسَكُمْ وَأَنْفَسَكُمْ) جس کے معنی ہیں بیشک آئے تمہارے پاس اللہ کے رسول جو تمہارے سب سے افضل و اشرف اور سب سے زیادہ پاکیزہ خاندان سے ہیں۔

اور اس آیت کی تلاوت کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

”أَنَّا أَنفُسَكُمْ نَسَبَّا رَوْصِهِ رَاوَ حَسَبَنَا يَسَّرَ فِي الْجَاهِيَّةِ مِنْ لَدُنْ أَدَمَ سَفَاعَمْ كَلْنَا دِنْ كَاهِمْ“، -

میں باعتبار حسب و نسب و سرالی رشتہ تم سب سے بہتر اور افضل ہوں۔ میرے آبا اجادا میں حضرت آدم سے لے کر اب تک کہیں زنا نہیں، سب نکاح ہے۔

- ۱: آپ ﷺ کے اجداد کی اعلیٰ سیاسی و معاشرتی خدمات، سورہ قریش: ۲۔ کہ ان کی کامیاب مسائی سے امن و امان قائم ہوا۔ موسم سرما و گرمائیں سفر ممکن ہوا، تجارتی راستے کھلے اور بین الاقوامی تجارت شروع ہوئی۔
- ۲: آپ ﷺ کی تینی وغیری نصرت و مدد۔ سورہ دا لعجھی: ۶ میں
- ۳: آپ ﷺ کا عظیم اخلاق۔ سورہ القلم: ۲
- ۴: آپ ﷺ کی تواضع، آپ ﷺ کی اکساری۔ سورہ انعام: ۵۰
- ۵: آپ ﷺ کی للہیت، شفقت و رحمت، مزاج کی نرمی۔ سورہ کہف: ۲، سورہ آل عمران: ۱۵۹
- ۶: آپ ﷺ کا انسانی ہونا، کتابی علم اور لکھنے پڑھنے سے نا آشنا ہونا تاکہ کوئی گستاخی یہ وہم نہ کر سکے کہ گزشتہ آسمانی کتابیں پڑھلی ہوں گی اور اب یہ قرآن اس کی نقل ہے۔ سورہ عنكبوت: ۲۸
- ۷: آپ ﷺ کی پاکیزہ جوانی جس کے آپ ﷺ کے دشمن، اہل کتاب اور مکہ کے کافر بھی معرفت تھے۔ سورہ البقرہ: ۱۳۶
- ۸: کتابی علم نہ ہونے کے باوجود آپ ﷺ کا زبردست علم لدنی، آپ ﷺ کی حکمت و دانائی اور آپ ﷺ پر خصوصی فضل ربانی کہ دنیا کے بڑے بڑے دانشور اب بھی آپ ﷺ کے کمالات پر کتابیں لکھتے لکھتے تھکے جاتے ہیں اور دنیا کے بڑے بڑے تحقیقاتی علمی ادارے آپ کے عظیم اصلاحی کارناموں کو قلمبند کرتے ہوئے محیرت ہیں۔ سورہ النساء: ۱۱۳
- ۹: شعر و شاعری اور مبالغہ آمیزی سے آپ کو دور رکھا گیا۔ سورہ میں: ۲۹
- ۱۰: بیہاں تک کہ چالیس (۴۰) سال کی عمر میں جب آپ ﷺ کے قوی خوب مضبوط ہو گئے۔
- ۱۱: حقِ اذا بَدَعَ أَشْدَدَهُ وَبَلَغَ أَزْبَعِينَ سَنَةً۔ (سورہ الاحقاف: ۱۵)
- ۱۲: تو آپ ﷺ کو منصب رسالت سے سرفراز فرمایا گیا اور حضرت جبریل علیہ السلام وحی اقراء کا پیغام ربانی لے کر آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور وہی کانزول شروع ہوا۔ سورہ العلق: ۱۵۔

- اور آپ ﷺ نے تبلیغ دین متن شروع کی۔ سورہ المدثر: اتناکے۔
- ۱۳: ابتدائی تین (۳) سالوں میں یہ تبلیغ خفیہ دعوت کی شکل میں رہی پھر آپ ﷺ کو بانگ دہل اور اعلانیہ تبلیغ اور جہلاء سے دور رہنے کا حکم ہوا۔ سورہ حجرا: ۹۲ تا۔
- ۱۴: اعلانیہ تبلیغ پر مخالفت کا طوفان کھڑا ہوا گیا کچھ لوگوں نے مذاق اڑایا سورہ انبیاء: ۱۲۔ کچھ نے جھٹلایا، مکذیب کی سورہ انعام: ۲۶۔ اور کچھ نے اس تحریک کے خلاف سازشوں کے تانے بنے بننا شروع کئے۔ سورہ نمل: ۰۷۔
- ۱۵: دشمنوں کی طرف سے جاہلانہ اور انتہائی غیر مناسب مطالبات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہٹا کر دکھاؤ تب تمہیں سچا جانیں یا زمین جلدی جلدی طے کر کے دکھاویا مردوں سے ہماری بات کر ادو۔ سورہ الرعد: ۳۱۔
- ۱۶: اس قرآن کی بجائے کوئی اور قرآن لا دیا اس قرآن میں کچھ ترمیم کر دو۔ سورہ یونس: ۱۵
- ۱۷: بالفرض یہ سب کچھ کر دیا جاتا اور پھر بھی ان کی مکذیب واستہزا کا سلسلہ جاری رہتا تو قانون الہی حرکت میں آتا اور سب ہلاک کر دیئے جاتے اور رحمۃ اللعالمین کی امت کے ساتھ ایسا ہو یہ تدرست کو منظور نہ تھا۔ سورہ بنی اسرائیل: ۵۹۔
- ۱۸: آپ ﷺ کا دشمن ولید بن مغیرہ آپ ﷺ کو ذہنی ایذا پہنچانے کے لئے کہتا، کیا عجیب بات ہے میں قریش کا سردار اور ابو مسعود ثقیف قبیلہ ثقیف کا سردار۔ ہم دو بڑے لوگوں پر تو وحی نہ آئے اور محمد ﷺ پر وحی نازل ہو جائے۔ سورہ زخرف: ۳۱۔
- ۱۹: ایک اور ملعون ابی بن خلف ایک بوسیدہ ہڈی ہاتھ سے مسل کر اور اس کی خاک ہوا میں اڑا کر ہنتا اور کہتا لو، محمد ﷺ کا کہنا ہے کہ خدا اس ہڈی کو پھر زندہ کرے گا۔ سورہ میں: ۸۷
- ۲۰: بدجنت ابو لہب عزیز واقارب کے بھرے مجھ میں آپ ﷺ پر برس پڑا!
- تبالک سائز الیوم الہذا جمعتنا سارا دن تجھ پر ہلاکت ہو۔ کیا تو نے اسی لئے ہمیں یہاں جمع کیا تھا۔

- اور اس گستاخی کی پاداش میں عبرت ناک موت سے دوچار ہوا۔ اس کی بد بختی یوں ام جھیل جورات کے وقت آپ ﷺ کے راستے میں کانے ڈال دیا کرتی تھی، تاریخ میں ہمیشہ کے لئے ذلیل ہو گئی۔ سورہ الحب ۲۱: ایک اور بد بخت عقبہ بن ابی معیط آپ ﷺ کی گردن میں کپڑا ڈال کر اس زور سے آپ ﷺ کو سکھنچ لگا (جب آپ ﷺ نماز ادا فرمائے تھے) کہ آپ ﷺ کا دم ہی گھٹ جائے اور مر جائیں کہ اچانک اُدھر سے گزرتے ہوئے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس ظالم کو روکا اور ڈانٹا اور یہ آیت پڑھی!
- ۲۸: آتَتَّقْتُلُونَ رَجُلًاٌ أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ۔ سورہ المؤمن**
- ”کیا تم ایسے شخص کو محض اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے۔ حالانکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے اس دعویٰ پر دلیلیں بھی لے کر آیا ہے۔“
- اس حرکت اور دیگر گستاخیوں کی بنا پر یہ ملعون عقبہ بن ابی معیط مقام صفراء (جنگ بدر) میں ذلت کے ساتھ مارا گیا۔
- ۲۹: یہاں تک کہ آپ ﷺ کو قید کر دینے قتل کر دینے اور ملک بدر کر دینے کی سازشیں تیار ہو گئیں۔ سورہ انفال: ۳۰۔ مگر آپ صبر کرتے رہے و رعزم کا پہلا بنبرنے رہے۔ سورہ احقراف: ۳۵۔
- ۳۰: اب آپ ﷺ کو بھرت مدینہ کا حکم ہوا اور آپ ﷺ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ عازم مدینہ ہوئے اور کچھ وقت دونوں غارثوں میں چھپے رہے تاکہ دشمن تعاقب میں ناکام رہے۔ سورہ کوتبہ: ۳۰۔
- ۳۱: مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کو مخلاص مہاجرین و انصار کے باہمی تعاون سے ایک نئی قوت ملی۔ سورہ کوتبہ: ۱۰۰۔
- ۳۲: ظالم و سفاک دشمن کے خلاف طاقت کے استعمال کی اجازت ملی۔ جہاد کا حکم نازل ہوا۔ سورہ انفال: ۲۰۔
- ۳۳: اسلام و کفر کا پہلا عظیم معرکہ غزوہ بدر برپا ہوا، اسلام کو عزت ملی، کفر کا زور ٹوٹا۔ سورہ آل عمران: ۱۲۳۔
- ۳۴: مسلمانوں کے انتشار کے باعث غزوہ أحد میں خفت اٹھانا پڑی لیکن بڑا سبق مل گیا۔ سورہ آل عمران: ۱۳۹۔ تا ۱۴۰۔

- :۲۸ غزوہ احزاب (غزوہ خندق) میں یہود، منافق اور عرب کے قبائل سب آپ ﷺ پر ثوٹ پڑے مگر مسلمان غزوہ احمد کا سبق سیکھ چکے تھے، سیسے پلاٹی ہوئی دیوار کی طرح ڈالے رہے، اور سرخرو ہوئے۔ سورہ احزاب: ۹: ۲۷ تا ۹: ۲۷
- :۲۹ واقعہ حدیبیہ و بیعت رضوان، مسلمانوں کا ولولہ وجذبہ، ایثار، فدا کارانہ جوش و لہیت کہ اب خود کفار صلح کی پیش قدمی پر آمادہ ہو گئے۔ سورہ الفتح: ۱۸ تا ۱۸: ۱۹
- :۳۰ اور اب مکرمہ کی عظیم فتح، توحید و رسالت کا بول بالا اور شرک و بت پرستی کے تابوت میں آخری کیل اور مخلوق خدا کا جو حق درجوق اسلام میں داخل ہونا سورہ نصر۔
- :۳۱ ہوازن اور ثقیف کے کافر قبائل ابھی دل میں حمد لینے پڑھے تھے۔ حمد بُری بلا ہے، ان کے سارے منصوبے خاک میں مل گئے اور غزوہ حنین میں مسلمانوں کو عظیم کامیابی نصیب ہوئی۔ سورہ توبہ: ۲۵ تا ۲۷
- :۳۲ اسباب و وسائل کی پریشانیوں اور موسم کی سختی کے باوجود صحابہ کے زبردست اخلاق اور مخلص اہل ثروت کے مثالی مالی تعاون کے باعث غزوہ تبوک میں بھی مسلمان سرخرو ہوئے اگرچہ بعض پچھلے رہ جانے والوں کو غفلت پر تعییہ بھی ہوئی۔ سورہ توبہ: ۳۸ تا ۳۸: ۱۱۸
- :۳۳ یہود بینی نصیر کی جلا و طی، غداری کے باعث ان کی تذلیل اور منافقین کی فتنہ پر داڑی، ان کی اور ان کے حلیفوں کی ہلاکت و بر بادی۔ سورہ حشر: ۲۵ تا ۵
- :۳۴ واقعہ افک، منافق عبد اللہ بن ابی اور اُس کے گروہ کی ذلت و رسائی اور حضرت عائشہ صدیقہؓ برأت اور ان کی عفت و پاک دامتی کی قرآنی تصدیق۔ سورہ نور: ۱۱ تا ۱۱: ۱۱
- :۳۵ حضور ﷺ کا وصال: انسانی تاریخ کا ایک تاریک دن، مسلمانوں کے لئے مصیبت عظیمی۔ سورہ آل عمران: ۱۳۳

مسئلہ ختم نبوت

مولانا احتشام الحق

ختم نبوت قرآن کے آئینہ میں:

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں کئی مقامات پر نبی اکرم ﷺ کی نبوت اور رسالت کو اس انداز میں بیان فرمایا کہ اب کائنات میں میرے نبی کے بعد کسی دوسرے نبی (چاہے ظلی یا بروزی) کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ رب العزب نے ارشاد فرمایا:

مَا كَانَ مُحَمَّدًا أَبَا أَحَدِهِمْ رَجُلًا كُمْ وَلِكُنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّنَ ط (الاحزاب: ٣٠)

”نہیں بلکہ محمد ﷺ تم مردوں میں سے کسی ایک کے باپ لیکن وہ اللہ کے رسول اور تمام انبیاء کے خاتم ہیں۔“

اسی طرح قرآن مقدس کے دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أَلَيْوْمَ أَنْتَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَنْتَمْ عَلَيْكُمْ نِعْمَةٌ وَرَضِيَتُ لَكُمُ الْإِسْلَامُ دِينَنَا ط (المائدہ: ٣)

”آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا۔“

اللہ رب العزت نے اپنے پیارے پیغمبر ﷺ کی نبوت عامہ کو قرآن مجید کے اس مقام پر یوں بیان فرمایا:

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَئِيْعًا إِنَّمَا مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ط (الاعراف: ١٥٨)

”(اے محمد ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے لوگوں کی طرف، اللہ کا رسول ہوں اور وہ اللہ کہ جس کے لیے بادشاہی ہے آسمانوں اور زمینوں کی۔“

اسی بات کو اللہ رب العزت نے دوسرے مقام پر اس طرح ذکر فرمایا:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافِةً لِلنَّاسِ بِشِيدَّاً وَنَذِيرًا ط (سaba: ٢٨)

”اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے بشیر اور نذیر بنائے کہ بھیجا ہے۔“

ختم نبوت حدیث کے آئینہ میں:

آئیے! احادیث نبویہ کو دیکھیے اور پڑھیے کہ امام الانبیاء ﷺ خاتم النبین کا مفہوم اور مطلب کیا یہاں فرماتے ہیں؟

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّىٰ يَنْعَثِ دَجَالُونَ كَذَّابُونَ كُلُّهُمْ يَرْعَمُهُ اللَّهُ بِعِيْ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّنَ لَا تَبْغِيْ بَعْدِيْ.

(ترمذی، ابو داؤد)

”اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہو گی جب تک کہ بہت سے دجال اور جھوٹے پیدا نہ ہو جائیں جن میں سے ہر ایک کا یہ دعویٰ ہو گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبین ہوں یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔“
ایک اور حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

سَيَكُونُ فِي أَمْقِيْ ثَلَاثُونَ كَذَّابُونَ كُلُّهُمْ يَرْعَمُهُ اللَّهُ بِعِيْ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّنَ لَا تَبْغِيْ بَعْدِيْ. (مسلم)

”میری امت میں تیس پر لے درجے کے جھوٹے ہوں گے ان میں سے ہر ایک کامگان ہے ہو گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔“

ایک اور حدیث بھی پڑھیے:

امام الانبیاء نے اپنی صفت لا جواب ختم نبوت کو ایک تمثیل کے ذریعے واضح فرمایا، ارشاد ہوتا ہے:

إِنَّ مَثَلِي وَمَثَلَ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنِيَّ إِيَّنَا فَالْحَسَنَةُ وَأَجْهَلَهُ إِلَّا مَوْضِعُ لَيْنَةٍ مِنْ رَأْوِيَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَقُولُونَ بِهِ وَيَعْبَجُونَ لَهُ وَيَقُولُونَ هَلَا وُضِعَتْ هَذِهِ الْلَّبِنَةُ فَإِنَّ الْلَّبِنَةَ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّنَ (بخاری، مسلم، ترمذی)
”فرمایا میری اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء علیہم السلام کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک گھر تعمیر کیا اور خوب حسین و جمیل اور آراستہ پیراستہ بنایا مگر اس شخص نے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی ہو لوگ اس گھر کو دیکھنے کے لیے آتے ہیں، اس کے ارد گرد گھومتے ہیں تو اس مکان کی خوبصورتی و حسن پر حیران ہوتے ہیں مگر تجب کرتے ہوئے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ ایک اینٹ کی جگہ کیوں خالی ہے، یہ آخری اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی کہ مکان کی تعمیر مکمل ہو جاتی۔ امام الانبیاء ﷺ نے فرمایا وہ آخری اینٹ میں ہوں اور میں ہی خاتم النبین ہوں۔“

ختم نبوت آثارِ صحابہ کے آئینہ میں:

آپ جانتے ہیں کہ قرآن و سنت کے بعد تیسری اہم دلیل اور حجت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع اور اقوال ہیں۔ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ پر نبوت اور وحی کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے اور آپ کے بعد اب کسی قسم کا کوئی نبی۔۔۔ نہ ظلی نہ بروزی۔۔۔ نہ تشریعی اور نہ غیر تشریعی۔۔۔ نہ حقیقی اور نہ مجازی آنے والا نہیں ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جانتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا کافر و مرتد اور دجال و کذاب ہے۔ اسی لیے تو صحابہ کرامؐ کی مقدس جماعت نے مسیلمہ کذاب کے خلاف قتال اور جہاد کیا جس میں لشکر کشمی کی سعادت خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبرؓ کے حصہ میں آئی۔

قرآن مجید کی وہ آیات جن میں ختم نبوت کا ذکر موجود ہے، ان کا صحابہ کرامؐ نے کیا معنی و مفہوم سمجھا اور ہم تک اس کو پہنچایا۔ آئیے ذرا اقوال صحابہؐ کی روشنی میں ختم نبوت کا جائزہ لیتے ہیں۔

سیدنا فقادہؓ:

تفسیر ابن جریر نے خاتم النبین کی تفسیر میں مشہور صحابی رسول سیدنا فقادہؓ کا قول نقل کیا ہے:

وَلِكِنْ رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ أَىْ آخِرُهُمْ

”اور لیکن آپ ﷺ کے رسول اور خاتم النبین ہیں یعنی آخر النبین کہ سب انبیاء کے آخر میں تشریف لائے۔“ اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔

سیدنا حسنؓ:

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر در منثور میں سیدنا حسنؓ کا قول نقل کیا ہے کہ

خاتم النبین کا معنی ہے: خَتَمَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ بِنَحْنِنَا وَكَانَ أَخِرُهُ مَنْ بُعِثَ۔ (در منثور)

”اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو محمد ﷺ پر ختم فرمادیا اور جتنے پیغمبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوئے، آپ ﷺ ان سب کے آخر میں تشریف لائے۔“

ختم نبوت اتوال آئتمہ کے آئینہ میں:

☆ ابن حیر طبری رحمۃ اللہ نے اپنی تفسیر میں خاتم النبیین کا بھی معنی فرمایا کہ آپ ﷺ پر نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا۔

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ خاتم النبیین کے الفاظ اس بات پر نص صریح ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔

☆ علامہ زمخشیری نے اپنی تفسیر کشاف میں خاتم النبیین کا معنی آخر النبیین فرمایا۔

☆ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر کبیر میں اور سید محمود آلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر روح المعانی میں خاتم النبیین کا معنی یہی فرمایا کہ سب نبیوں سے آخر میں آنے والا۔

☆ تفسیر خازن میں ہے:

خَاتَمَ النَّبِيِّينَ خَتَمَ اللَّهُ بِهِ النَّبُوَّةَ فَلَا نَبُوَّةَ بَعْدَهُ

خاتم النبیین کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت آپ ﷺ پر ختم کر دی پس آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

☆ امام غزالی رحمۃ اللہ خاتم النبیین کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

پوری امت نے خاتم النبیین کے الفاظ سے یہی سمجھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد کبھی بھی نہ کوئی نبی ہو گا اور نہ رسول ہو گا اور اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ اس میں نہ کوئی تاویل ہے اور نہ کوئی تخصیص اور جس نے اس کے خلاف سمجھا وہ اس کی بکواس ہے اور جو شخص اس معنی میں تاویل کرے، اس کے کافر قرار دینے کو کوئی نہیں روک سکتا، اس لیے کہ وہ نص صریح (خاتم النبیین) کی تکذیب کرتا ہے جس کے متعلق امت محمدیہ کا اجماع ہے اور اس میں نہ تاویل کی گنجائش ہے اور نہ کسی تخصیص کی۔

☆ امام اعظم امام ابوحنیفہؓ کے زمانہ میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا مجھے موقع دو تاکہ میں اپنی نبوت پر مجزہ اور کوئی دلیل پیش کروں۔ جھوٹے مدعا نبوت کے یہ کفریہ الفاظ امام اعظمؓ کو پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ جو اس سے نبوت کی کوئی دلیل یا علامت و نشانی طلب کرے گا، وہ بھی کافر ہو جائے گا اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ فرمائے ہیں لا نبی بعدی۔ (مناقب امام اعظم)

نبی اکرم ﷺ کے معمولات

ادارہ

نبی اکرم ﷺ کا معمول مبارک یہ تھا کہ رات کے وقت بیدار ہوتے اور وضو کر کے تہجد کی نماز شروع کر دیتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کا معمول مبارک تھا کہ رات کی نماز لمبی اور دن کی نماز چھوٹی پڑھتے تھے۔ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہمارا جگہ اتنا چھوٹا تھا کہ نبی اکرم ﷺ سجدہ نہ کر سکتے تھے، سجدہ کرتے تو آپ میری ٹانگوں پر ہاتھ مارتے اور میں اپنے پاؤں سمیت لیتی تو اس جگہ پر نبی کرم ﷺ سجدہ کرتے۔ فجر کے بعد سونا نبی کریم ﷺ کو انہتائی ناپسند تھا، کیونکہ یہ برکت اور رحمت والا وقت ہوتا ہے، اس کو ذکرو اذکار اور تلاوت وغیرہ میں گزارنا چاہیئے۔ قرآن کریم نے بھی فجر کے وقت میں تلاوت کی ترغیب دی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کم بولتے تھے۔ بے جا سوال کرنا سخت ناپسند تھا۔ ایک بار نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: حج فرض ہے، ایک مسلمان نے سوال کر دالا کہ کیا ہر سوال پر؟ اس سوال پر آپ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور آپ خاموش ہو گئے۔ پھر فرمایا: مجھ سے سوال کیوں کرتے ہو؟ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو پھر آپ لوگوں پر ہر سال حج فرض ہو جاتا۔ نبی کریم ﷺ اگر کسی سے خوش ہوتے تو اس کے سامنے محبت کا اظہار کرتے اور جب کسی سے ناراض ہوتے تو خاموش ہو جاتے اور اگر بہت زیادہ ناراضی ہوتی تو اس سے چہرہ انور پھیر لیتے تھے۔ ایک صحابی کی داڑھی میں ایک بال تھا نبی کریم ﷺ اس کو دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ اس صحابی نے وضو کرتے ہوئے اس بال کو توڑ دیا، نبی اکرم ﷺ نے دیکھا تو ناراضی سے چہرہ اقدس پھیر لیا، اس صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایک ہی توبال تھا، آپ نے فرمایا: خواہ ایک بال ہی تھات بھی میری سنت تو تھی۔

ایک بار نبی اکرم ﷺ یمنی چادر اوڑھے ہوئے تھے اور صحابہ کرام کے درمیان بیٹھے ہوئے ستاروں میں چاند کی مانند چمگدار ہے تھے۔ سب صحابہؓ نبی اکرم ﷺ کو دیکھ رہے تھے کہ ایک صحابی نے وہ چادر مانگ لی، عادت مبارکہ تھی کہ مانگنے والے کو کبھی انکار نہیں کرتے تھے، نبی اکرم ﷺ نے چادر اس صحابی کو عطا کر دی۔ باقی صحابہؓ بڑے خفا ہوئے کہ اس صحابی نے نبی اکرم ﷺ سے یہ چادر کیوں مانگ لی ہے۔ اس صحابی نے کہا: میں اس چادر کا کفن بناؤں گا اور دوزخ آگ سے محفوظ و مامون ہو جاؤں گا۔

پیارے نبی ﷺ کا مزاج

مولانا اقمان احمد

مزاج، نظرافت اور خوش طبی ایک فطرتی عمل ہے۔ انسان اگر بہت سنجیدہ رہے تو دل کی سختی کا خطرہ ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں، سختی اور ترش روی کے باعث کوئی بھی قریب نہیں آتا۔ اگر قرآن مجید کی تعلیمات کا مطالعہ کیا جائے تو رب العزت نے انسانی معاشرے میں موجود ربط اور تعلقات توڑنے والی چیزوں کو خوب واضح کر کے بیان فرمایا ہے۔ قرآن مجید کے چوتھے پارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ ترجمہ: ”پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سبب سے تو ان کے لیے نرم ہو گیا، اگر تو تند خو، سخت دل ہوتا تو البتہ تیرے گرد سے بھاگ جاتے، پس انہیں معاف کر دے اور ان کے واسطے بخشش مانگ اور کام میں ان سے مشورہ لیا کر۔“ (آل عمران)

اس آیت مبارکہ میں کس احسن انداز میں واضح فرمایا گیا کہ تعلقات میں تنگی اور مزاج میں سختی آپ ﷺ کو آپ کے معاشرے سے دور کر دے گی۔ اس کے توڑ کے طور پر اسلام نے معافی تلافی کے ساتھ ساتھ خوش طبی اور ہنسی مزاج کو روا رکھا ہے، بلکہ آپ ﷺ کی تعلیمات میں اس کا واضح ثبوت بھی ہے۔ چنانچہ متعدد احادیث مبارکہ میں اس کا بیان موجود ہے۔

☆ ایک حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ ایک شخص نے خدمت اقدس میں آکر سواری کی درخواست کی، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اوثنی کا بچہ دوں گا۔ وہ شخص حیران ہو گیا کیوں کہ وہ تو سواری کے لیے مفید نہیں ہوتا۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ! میں اوثنی کے بچے کا کیا کروں گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کوئی اونٹ ایسا بھی ہوتا ہے جو اوثنی کا بچہ نہ ہو!۔ (شامل ترمذی)

☆ ایک مرتبہ ایک بوڑھا خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت نصیب فرمائیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا بوڑھی عورت میں جنت میں نہیں جائیں گی۔ یہ فرمакہ آپ ﷺ نماز کے لیے تشریف لے گئے۔ بڑھیا نے آپ ﷺ کے الفاظ سن کر زار و قطار و ناشروع کر دیا۔

☆ آپ ﷺ جب نماز سے فاروغ ہو کر واپس تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب سے آپ نے عرض کیا ہے کہ بوڑھی عورت میں جنت میں نہیں جائیں گی، یہ عورت اس وقت سے رورہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے کہہ دو کہ بوڑھی عورت میں جنت میں جائیں گی مگر جوان ہو کر۔

☆ زاہر نامی ایک دیہاتی (صحابی رسول بھی ہیں) آپ ﷺ کے دوست تھے، جو اکثر آپ ﷺ کو ہدیے بھیجا کرتے تھے۔ ایک روز وہ بازار میں خرید و فروخت میں مگن تھے کہ اتفاق سے رسول اللہ ﷺ وہاں سے گزرے تو انہیں دیکھ لیا۔ پھر بطور خوش طبعی کے چھپکے سے پیچھے سے جا کر ان کو گود میں اٹھالیا اور بطور ظرافت آواز لگائی کہ اس غلام کو کون خریدتا ہے؟

زاہر نے کہا کون ہے، چھوڑ دو مجھے! مڑ کر دیکھا تو نبی کریم ﷺ تھے۔ حضرت زاہرؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھ جیسے غلام کو جو خریدے گا نقصان اٹھائے گا۔ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کی نظر میں ناکارہ نہیں ہو۔

☆ ایک مرتبہ رسول پاک ﷺ کی مجلس میں کھجوریں کھائی گئیں۔ آپ ﷺ نے ازراہ مزان گھٹلیاں حضرت علیؓ کے سامنے رکھ دیں اور فرمایا ساری کھجوریں تم کھائے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا میں نے تو گھٹلیاں سمیت نہیں کھائیں! (متفق علیہ)

☆ سیدنا انسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ہمارے ساتھ میل جوں رکھا کرتے تھے، یہاں تک کہ میرے ایک چھوٹے بھائی سے فرمایا کرتے تھے۔ اے ابو عمر تمہارے نُغیر کا کیا ہوا۔ عمری کی ایک بلبل تھی جس سے وہ کھیلا کرتے تھے، وہ گم ہو گئی تھی۔

☆ حضرت ابو ہریرہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ہمیشہ خوش طبی فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں جو بھی بات کرتا ہوں وہ سچی ہوتی ہے، یعنی مزاح میں بھی جھوٹی یا خلاف واقعہ بات نہیں کرتا۔ (الترمذی)

ایک انصاری صحابیہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا جلدی سے اپنے خاوند کے پاس جاؤ اس کی آنکھوں میں سفیدی ہے۔ وہ گھبر اکر خاوند کے پاس پہنچی تو خاوند نے پوچھا کیا مصیبت ہے، اس قدر کیوں گھبرائی ہوئی ہو؟ اس نے کہا کہ آپ ﷺ نے مجھے بتایا ہے کہ تمہارے شوہر کی آنکھوں میں سفیدی ہے۔ اس نے کہا ہاں سفیدی ہے مگر سیاہی بھی تو ہے۔ تب انہیں اندازہ ہوا کہ یہ مزاح تھا اور تب ہنس کر خوشی بھی ہوئی اور فخر بھی محسوس کیا کہ آپ ﷺ مجھ سے اس قدر بے تکلف ہو گئے کہ مجھ سے مزاح فرمایا۔ (لطائف علمیہ)

☆ جب جناب رسول ﷺ مزاح فرمایا کرتے تھے تو آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں بھی یہ وصف موجود تھا۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ بھی آپ ﷺ سے مزاح فرمایا کرتے تھے۔ حضرت مالک بن اشجعی سے مروی ہے کہ غزوہ تبوک کے دوران، میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ ﷺ چڑے کے خیے میں تشریف فرماتھے۔ میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا، آپ ﷺ نے جواب دیا فرمایا کہ اندر آ جاؤ (مزاح کے طور پر) عرض

کیا یا رسول اللہ کیا پورا داخل ہو جاؤں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ہاں پورے داخل ہو جاؤ، چنانچہ میں داخل ہو گیا۔

☆ شیخ عبد القادر جیلائیؒ سے کون ناداقف ہو گا، پاک و ہند کے علاوہ چار دنگ عالم میں آپ کے علم و تصور کا ذرہ کا بجا۔ ایک مرتبہ کسی نے آپ کو بہت قیمتی چینی آئینہ بدیہ میں دیا۔ حضرت اس میں کبھی کبھار اپنا چہرہ مبارک دیکھا کرتے تھے۔ کچھ دنوں بعد وہ خادم کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا، اسے بڑا ہی ڈر ہوا کہ حضرت عتاب فرمائیں گے۔

تو خادم نے خود ہی عرض کیا کہ حضرت، از قضاء آئینہ چینی ٹکست (قضاء الٰہی سے چینی آئینہ ٹوٹ گیا ہے)۔ حضرت نے جواباً عرض فرمایا: خوب شد اسباب خود بینی ٹکست (بہت اچھا ہوا کہ خود بینی کا ذریعہ اور سب ٹوٹ گیا) سبحان اللہ! یہ تھے ہمارے وہ اسلاف جن کی اتباع ہمارے لیے باعث نجات ہے، مگر ہم نے ان کے اسوہ حسنہ کی پیرودی نہیں کی۔

مگر انہی افسوس کا مقام یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں ایسا نہیں ہے۔ ہم مزاج میں حدود پامال کر جاتے ہیں اور غیبت و بہتان جیسے گناہ کبیرہ تک کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں۔ قرآن مجید کی سورۃ حجرات میں واضح احکامات موجود ہیں کہ تم میں سے کوئی کسی کا مذاق نہ اڑائے کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ جس کا مذاق اڑایا جا رہا ہے وہ آپ سے بہتر ہو۔

باہمی خوش طبی و مزاج سیرتِ نبوی ﷺ کا ایک اہم حصہ ہے، مگر اس کے لیے سب سے ضروری پہلو یہ ہے کہ ہمارا مزاج کسی کی تکلیف کا باعث نہ بنے۔ آئیے عزم کریں مزاج اور ظرافت کو زندگی کا حصہ بنائیں گے مگر کسی کو تکلیف نہیں دیں گے۔

عہد نبوی کی جنگیں

ڈاکٹر محمد حبید اللہ

حالیہ چند صدیوں میں علوم و فنون کی ترقی سے جنگ کے طریقوں اور اصولوں میں اتنا کچھ انقلاب آگیا ہے کہ قدیم زمانے کی لڑائیاں، چاہے اپنے زمانے میں کتنی ہی عہد آفرینی کیوں نہ رہی ہوں اب بچوں کا کھیل معلوم ہوتی ہیں۔ آج کل بڑی سلطنتوں کے لئے ایک ایک کروڑ کی فوج کو یک جنبش قلم حرکت میں لے آتا معمولی بات ہے۔

اسلحے میں اتنی کچھ ترقی، ہو گئی ہے کہ قدیم، ہتھیار عجائب خانوں میں رکھنے کے سوائے بہت کم کچھ کام آسکتے ہیں۔ ذرائع حمل و نقل بھی اب پہلے سے اتنے بدل گئے اور تیز اور کثیر ہو گئے ہیں کہ مہینوں کا کام گھنٹوں میں ہو جاتا ہے اور انہیں وجہ سے شائد ایک عام آدمی یہ خیال کرتا ہو گا کہ قدیم زمانے کی جنگوں کا تذکرہ چاہے مورخ کے لیے کتنا ہی اہم کیوں نہ ہو، ان کا عملی فائدہ آج کچھ نہیں۔

فوہی تاریخ کے مطالعے کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ گزشتہ فوہی مرکر کہ آرائیوں کی یادداشت سے اس سے سبق حاصل کریں، جن کا اب اطلاق ہو سکے۔ صرف اس غرض سے پڑھنا کہ محض تاریخی واقعات کا علم ہو جائے کچھ زیادہ مفید نہیں۔ زمانہ حال کی فوجوں کی وسعت اور ان کے ترقی یا فتنہ اسلحے اور ذرائع نقل و حمل کے باعث ماضی سے حاصل ہونے والے بہت سے سبق حال پر منطبق نہیں ہو سکتے۔ لیکن انسان کی فطرت اور وہ قواعد جن پر جنگ مبنی ہوتی ہے بدلتے نہیں اور یہی وجہ ہے کہ نہایت قدیم زمانے کی مرکر کہ آرائیوں سے بھی قیمتی سبق سیکھے جاسکتے ہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ گزری ہوئی مرکر کہ آرائیوں کے مطالعے سے پورا فائدہ اسی وقت اٹھایا جا سکتا ہے، جب اس بات کا نہایت احتیاط کے ساتھ پتہ چلا جائے کہ سپہ سالاروں نے اصول کا کس طرح انطباق کیا اور اس کے کیانات کی پیدا ہوئے۔

عہد نبوی کی جنگیں تاریخ انسانی میں غیر معمولی طور سے ممتاز ہیں۔ اکثر گنی تگنی اور بعض وقت دس گنی طاقت سے مقابلہ ہوا اور قریب قریب ہمیشہ ہی فتح حاصل ہوئی۔ دوسرے چند مخلوں پر مشتمل ایک شہری

مملکت(City State) سے جو آغاز ہوا وہ روزانہ ۲۷ مارچ میل کے اوپر سے وسعت اختیار کرتی ہے اور دس سال بعد جب آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی تو دس لاکھ سے بھی زیادہ مردیں میل کا رقبہ آپ کے زیر اقتدار آچا تھا۔ تقریباً بر عظیم ہندوستان و پاکستان کے برابر و سیچ علاقے کی فتح میں جس میں یقیناً ملینوں کی آبادی تھی۔ دشمن کے بمشکل ڈیڑھ سو ۱۵۰ آدمی قتل ہوئے۔ مسلمان فوج کا مشکل سے اس دس سال میں ماہنہ ایک سپاہی شہید ہوتا رہا۔ انسانی خون کی یہ عزت تاریخ عالم میں بلا خوف و تردید بے نظیر ہے۔ پھر ان فتوحات کا دوسرا اپہلہ قرضہ کا استحکام، مفتونوں کی ذہنیت کی کایا پلٹ اور ان کا مکمل طور پر اپنا لیا جانا اور ایسے افسروں کی تربیت کر جانا کہ آپ کی وفات کے ۱۵ ابھی سال بعد تین برا عظموں، ایشیا افریقہ اور یورپ پر پھیلے ہوئے علاقوں پر مدینے کی حکومت کا قائم ہو جانایہ تمام چیز اور دیگر امور ہمیں عہد نبویؐ کی جنگوں کا مطالعہ کرنیکا غیر معمولی طور سے شائق بنادیتے ہیں۔

تاجدار ختم نبوت ﷺ



امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ جباری رحمۃ اللہ کا 1951ء میں ایک جلسہ عام سے خطاب کا ایک اقتباس ہے۔ تصویر کا ایک رخ توبہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادری میں یہ یہ خامیاں اور یہ یہ عیوب تھے۔ اس کے نتوش میں توازن نہ تھا۔ قدو قامت میں تناسب نہ تھا۔ اخلاق کا جناہ تھا۔ کریمتر کی موت تھی۔ سچ کبھی نہ بولتا تھا۔ معاملات کا درست نہ تھا۔ بات کا پکنہ تھا۔ بزدل اور ٹوٹی تھے۔ تقریر و تحریر ایسی ہے کہ پڑھ کر متلی ہونے لگتی ہے۔ لیکن میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ اگر اس میں کوئی کمزروی بھی نہ ہوتی۔ وہ مجسمہ حسن و جمال ہوتا۔ توی میں تناسب ہوتا۔ چھائی 45 انجھ کی ہوتی۔ کمر ایسی کہ سی آئی فی کو بھی پتہ نہ چلتا۔ بہادر بھی ہوتا۔ مرد میدان ہوتا۔ کریمتر کا آفتاب اور خاندان کا مہتاب ہوتا۔ شاعر ہوتا۔ فردوسی وقت ہوتا۔ ابوالفضل اس کا پانی بھرتا۔ خیال اس کی چاکری کرتا۔ غالب اس کا وظیفہ خوار ہوتا۔ اگر یہ کاشیکیپسیر اور اردو کا ابوالکلام ہوتا۔ پھر نبوت کا دعویٰ کرتا تو کیا ہم اسے نبی مان لیتے؟ میں تو کہتا ہوں کہ اگر علیؓ دعویٰ کرتے کہ جسے توار، حق نے دی اور بیٹھی بی نے دی۔ سیدنا ابو بکرؓ، سیدنا عمر فاروقؓ، سیدنا عثمانؓ بھی دعویٰ کرتے تو کیا بخاری انہیں نبی مان لیتا؟ نہیں ہرگز نہیں میاں! آقا ﷺ کے بعد کوئی انسان ایسا نہیں جو تخت نبوت پر سچ سکے۔ اور تاریخ امامت و رسالت جس کے سر پر ناز کرے۔۔۔

ولادت نبوی کی تاریخ مخفی کیوں؟

ادارہ

نبی کریم ﷺ کی تاریخ ولادت میں علمائے امت کے درمیان شدید اختلاف ہے۔ لوگوں میں مشہور 12 ربیع الاول ہے جو درست نہیں۔ بعض علمائے کرام نے 8 ربیع الاول تاریخ ولادت بتائی ہے۔۔۔ کچھ علماء نے 9 تاریخ۔۔۔ اور کچھ نے 17 ربیع الاول ذکر کی ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے تو ایک قول غنیۃ الطالبین میں 10 محرم الحرام کا نقل فرمایا ہے۔

آپ کی پیدائش کی تاریخ میں یہ اختلاف اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کامیلاً مولانا اور اسے دین کا سب سے اہم عمل سمجھنا صحیح نہیں ہے۔

اگر آپ کی لادت کے دن جلوس نکالنا، جھنڈیوں سے بازار سچانا، رات کو عمارتوں پر چ راغاں کرنا، دین کا حصہ ہو تو اصحاب رسول ولادت کے دن کی تحقیق کرتے۔ اُس وقت آپ کے چچا حضرت عباسؓ موجود تھے ان سے پوچھا جاسکتا تھا۔۔۔ آپ کی پھوپھی سیدہ صفیہ زندہ تھیں ان سے تحقیق کی جاسکتی تھی، آپ کے چچا ابو طالب سے پوچھا جاسکتا تھا۔۔۔ آپ کی رضائی والدہ سیدہ حلیمه سعدیہ موجود تھیں، وہ ایمان کی دولت سے مشرف بھی ہو گئیں وہ صحیح تاریخ ولادت بتاسکتی تھیں۔۔۔ سیدہ ام ایمن آپ کی والدہ محترمہ سیدہ آمنہ کی لونڈی تھیں، ایمان کی نعمت سے مالا مال ہو گئیں وہ صحیح تاریخ ولادت کے بارے میں معلومات فراہم کر سکتی تھیں۔

مگر ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرامؓ میں سے کسی ایک صحابی نے بھی آپ کی تاریخ ولادت کے بارے میں تحقیق کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔۔۔ کیوں؟

اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ دین میلاد منانے کا نام نہیں ہے بلکہ محمد ﷺ کی سیرت اپنانے کا نام ہے، آپ کے اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کا نام ہے۔۔۔ وہ جانتے تھے کہ ہماری عملی زندگی کا تعلق آپ کے میلاد سے نہیں بلکہ آپ کی سیرت و سنت سے ہے۔

کتنی عجیب بات ہے کہ نبی اکرم ﷺ زندگی کے آخری لمحات میں اللہ سے دعا کرتے ہیں فرمایا: مولا! میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی پوجا پاٹ شروع ہو جائے۔۔۔ امت کو منع فرمایا کہ میری قبر کو میلے گا نہ بنانا۔۔۔ اللہ رب العزت نے آپ کی خواہش کے عین مطابق آپ کی قبر منور حجرہ عائشہؓ میں بنائیں کہ اسے ہمیشہ کے لیے شرک سے محفوظ فرمادیا اور ولادت کی تاریخ کو مخفی رکھ کر اسے بدعاات سے بچالیا۔

عہد نبویٰ میں مدینہ کا شہری نظام

ڈاکٹر مولانا حبیت علی سانی

نبی کریمؐ کی آمد سے قبل مدینے میں کوئی نظام موجود نہیں تھا۔ تمام نظام کا آغاز آپؐ ہی نے فرمایا اور اسے ترقی دی اور اس کے تسلسل اور ارتقا کے لیے اصول و ضوابط معین کیے۔ آپؐ نے اس نظام کی بنیاد ان اصولوں پر رکھی جو بعد میں چل کر ترقی یافتہ تہذیب کی بنیاد بنے۔

آپؐ نے جدید ترین خطوط پر مدینہ شہر کی منصوبہ بندی فرمائی۔ رہائشی سہولتوں اور آمد و رفت میں آسانی کے حوالے سے بھی اصول و ضوابط معین فرمائے، راستوں کو کشاور رکنے کی ہدایت فرمائی، نئے محلے قائم کیے اور کسی ایک مقام پر آبادی کو مرکز کرنے کے بجائے حکم دیا کہ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر آبادیاں قائم کی جائیں۔

اجتیاعی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے مدینہ میں یہودیوں کے بازار کے مقابل اسلامی اصولوں پر ایک نئے بازار کی بنیاد رکھی۔ آپؐ ﷺ روزانہ اس بازار کا دورہ فرماتے، اوزان و پیانہ جات کا جائزہ لیتے اور کار و بار کرنے والوں کو غلطی پر ثوکتے اور ان کی اصلاح فرماتے۔

کسی بھی شہر کی آباد کاری میں عدالت، ہسپتال، گیست ہاؤس، سڑکیں، پارک، تعلیم گاہیں، سیکریٹریٹ اور عبادت گاہوں کو بھی کلیدی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ رسول پاک ﷺ نے مدینے کی منصوبہ بندی کرتے وقت ان تمام ضروریات و سہولیات کو بھی ترجیحی حیثیت دی اور ان کے انتظام و انصرام کا باقاعدہ انتظام فرمایا۔

حدود کا تعین:

اگرچہ مدینہ منورہ کی ارضی حدود کا تعین اہل علم و سیر کے درمیان متفق علیہ امر نہیں ہے لیکن آپؐ نے شہر مدینہ کی حدود کا جو تعین کیا وہ درج ذیل ہے: مشرق اور مغرب میں لاوے کی پہاڑیاں اور حردہ کامیدان، شال میں جبل ثور اور جنوب میں جبل عیر مدینہ کی حدود اربعہ قرار پائے۔ رسول پاکؐ نے مکہ کی طرح مدینہ کو بھی حرم قرار دیا۔ صحیح مسلم کی روایت ہے: الْمَدِينَةُ حَرَمٌ مَا يَبْيَنُ عِيدُونَ ثُورٌ۔ مدینہ عیر سے ثور تک حرم ہے۔

جبل ثور احمد کے پیچھے ہے یہ مکہ کے ثور کے علاوہ ہے اور جبل عیزی ذی الخلیفہ کی میقات کے پاس مکہ کی طرف ہے۔

مسلمانوں کی آباد کاری کا انتظام:

ہجرت مدینہ کے فوراً بعد ہی جب مہاجرین بڑی تعداد میں مدینہ پہنچنا شروع ہوئے تو ان کی آباد کاری کا مسئلہ سامنے آیا۔ کچھ مہاجرین کی آباد کاری کا انتظام تو مدینہ میں موجود ان کے واقف کاروں کی جانب سے ہو گیا، لیکن سب افراد کے ساتھ ایسا معاملہ نہیں تھا۔ اس مسئلہ کے مکمل حل کے لیے نبی کریم ﷺ نے اور مدنی مسلمان خاندانوں کے سربراہوں کا ایک بڑا اجلاس پلوایا اور انہیں تاکید و نصیحت کی۔ جس کی رو سے ہر صاحب حیثیت مدنی خاندان کے سربراہ کو ایک گلی خاندان کو اپنے ساتھ لے کر جانا تھا اور اس کے ساتھ موآخاتی طور پر سلوک روا رکھنا تھا۔ اجلاس فوری طور پر تقریباً ۱۸۶۱ء کی حضرات کی موآخاتۃ النصاری صحابہ سے قائم فرمادی۔

اس کے بعد کے مدنی دور میں جن آبادیوں کے افراد متفرق طور پر ایمان لاتے یا کسی جگہ کی چھوٹی آبادی ایمان لاتی تو ان کو مدینے میں لا کر بسا یا جاتا، اور ان کی تعلیم و تربیت اور معاش کا انتظام کیا جاتا۔ اس طریقے سے رفتہ رفتہ مدینے کی مسلم آبادی تیزی سے بڑھنے لگی۔ یہ تمام آباد کاری ایک مخصوص انتظام و انصرام کے تحت ہوئی۔ ہر آبادی کی ایک مسجد تھی، مارکیٹ تھی اور بعض بستیوں میں اپنا قبرستان تک بھی موجود تھا۔

ہر شہری کے لیے مکان:

رسول پاک ﷺ کے نزدیک پسندیدہ بات یہ تھی کہ ہر شہری کو علیحدہ مکان دستیاب ہو، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

من سعادۃ الدار الوسیع والمرکب الہنی، انسان کی خوش حالی کے لیے جو چیزیں ضروری ہیں ان میں کشادہ مکان اور قابو کی سواری بھی ہے۔

چنانچہ مہاجرین مکہ کو ابتداء میں انصار کے ساتھ ان کے گھروں میں ٹھیک رکھا گیا، بعد میں نبی کریم ﷺ نے ان کے لیے قطعہ اراضی کی فراہمی اور مکانات کی تعمیر کا منصوبہ بنایا کہ ان کو اپنے گھروں میں آباد کیا۔ اس آباد کاری کے لیے آپ ﷺ نے افادہ زمین کو استعمال کیا اور انصار کی طرف سے ہبہ کردہ آباد جگہوں سے بھی

استفادہ کیا گیا۔ اس آباد کاری میں حضرت حارث بن نعمانؓ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ موئین لکھتے ہیں کہ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس کام کے لیے نبی کریمؐ کو اپنی زمین اور مکانات ہبہ کیے۔

آبادی میں اضافے کا حل:

مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہونے کے سبب مدینے کی آبادی بڑھنے لگی۔ آبادی میں اضافے سے شہر کی زمین رہائش کے لیے کم اور پہلے کی بہ نسبت مہنگی ہوتی چلی گئی۔ اس دشواری اور مشکل کو حل کرنے کے لیے رسول پاکؐ نے ایک سے زیادہ منزلہ عمارت بنانے کا مشورہ دیا۔ خود رسول پاکؐ ہجرت کے بعد سات ماہ تک حضرت ابوالیوب الفزاریؓ کے دو منزلہ مکان میں قیام فرمایا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کیشرا لاولاد تھے، ان کے لیے ان کا مکان چھوٹا پڑتا تھا۔ انہوں نے رسول پاکؐ کے سامنے یہ مسئلہ رکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

ارفع البناعفى السباء واسئل الله السعة (ایضاً) اور کی منزل تعمیر کرو اور اللہ سے کشادگی کی دعا بھی کرو۔

شہروں کی آباد کاری:

آپ ﷺ نے اس زمانے میں کسی بھی شہر کی حد بندی کی زیادہ سے زیادہ حد پائچ سو ہاتھ مقرر فرمائی اور ارشاد فرمایا: اگر شہر کی آبادی اس سے بڑھ جائے تو دوسرا شہر آباد کیا جائے۔ عهد نبویؐ کے اختتام تک مدینہ شہر کی حدود مغرب میں بطور حکم، مشرق میں بیچنگ تک، اور شمال مشرق میں بنی ساعدہ کے مکانات تک پھیل چکی تھی۔ حضرت ابوذر غفاریؓ سے رسول کریمؐ نے ایک موقعے پر فرمایا: جب مدینے کی آبادی سلیع تک پہنچ جائے تو تم مدینہ چھوڑ دینا اور شام چلے جانا۔

ان احکامات اور واقعات سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ رسول پاکؐ مدینہ شہر کی آبادی اور اس کے وسائل میں تناسب قائم رکھنے کے لیے غیر ضروری طور پر بڑھنے سے روکنے کے حق میں تھے اور دوسرے شہر آباد کرنے کی ہمت افزائی فرماتے تھے۔ یہ وہی پالیسی تھی جس پر بعد میں خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ نے عمل کرتے ہوئے کوفہ اور بصرہ جیسے نئے شہر آباد کیے۔

عبد گاہ اور مرکزی سیکر ٹریٹ:

آپ ﷺ نے سب سے پہلے مسجد نبویؐ کی تعمیر فرمائی۔ یہ مسجد ہمارے زمانے کی عام مسجدوں کی طرح مخفی ایک عبادت گاہ نہیں تھی بلکہ وہ اسلامی ریاست کا سیکر ٹریٹ بھی تھی اور عبادت گاہ بھی، تعلیم گاہ بھی تھی اور حسب ضرورت وہاں تینہ نصب کر کے ہپتال کا کام بھی لیا جاتا تھا۔

مسجد نبویؐ جائے وقوع کے اعتبار سے مدینے کے وسط میں واقع ہے۔ جب رسول پاکؐ کے سے ہجرت کر کے تشریف لائے تو قباء، بنو سالم اور کئی محلوں کے لوگوں نے دست بستہ اپنے بیہاں قیام کی پیش کش کی، مگر حضور اقدسؐ قبیلہ بنو نجاش میں حضرت ابوالیوب انصاریؓ کے گھر فروکش ہوئے جو آج چون مسجد کا حصہ ہے۔ اس جگہ کے انتخاب کی حکمت اس وقت سمجھ میں آتی ہے جب ہم مدینے کی شاہراہوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔ یہی ریاست کے سربراہ اعلیٰ کی رہاں گاہ اور سیکر ٹریٹ بھی تھا۔ جہاں منصوبہ بندی کی جاتی، جہاں سے نوج کشی کی جاتی، جہاں سے مبلغین اور معلمین بھیجے جاتے، جہاں حساب کتاب رکھا جاتا اور جہاں سے مختلف گورنزوں اور دیگر ممالک کے سربراہوں سے خط و کتابت کی جاتی تھی۔

مرکزِ تعلیم:

وہیں ایک چھوٹرے پر صفحہ کی تعلیم گاہ بھی بنادی گئی، جس کی حیثیت مرکزی اقامتی درس گاہ یا اعلیٰ تعلیمی ادارے کی تھی، کیوں کہ مسلمانوں کو ہدایت کردی گئی تھی کہ وہ ابتدائی تعلیم اپنے محلوں کی مساجد میں حاصل کریں۔ صفحہ کی حیثیت تعلیم گاہ کے علاوہ نادر اسلامانوں کی پناہ گاہ کی بھی تھی۔ دن میں پانچ مرتبہ لوگوں سے رابطے کے لیے موذن کا تقرر کیا گیا۔

عہد نبویؐ میں تعلیم کو بڑی اہمیت دی گئی۔ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ معلم کتاب و حکمت، محسن انسانیت پر نازل ہونے والی اولین وحی کا اولین لفظ اقراء یعنی پڑھیے تھا۔ قرآن حکیم نے نبی آخر الزمان ﷺ کے منصب نبوت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَيَعْلَمُكُمُ الْكِتَبُ وَالْحَكِيمَةُ وَيَعْلَمُكُمُ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ (آل بقرة: ٢٦) رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَهْمِينَ كِتَابَ حِكْمَتٍ أَوْ إِنَّهُ أَنْدَلَّ كِتَابَ تَبَغِيفٍ

ہجرت سے قبل اگرچہ کوئی متعین تبلیغی و دعوتی مرکز نہ تھا جہاں رہ کر مسلمانوں کے لیے اطمینان و سکون کے ساتھ اپنی دعوتی و تبلیغی سرگرمیوں کو جاری رکھنا ممکن ہوتا۔ اس دور میں نبی کریم ﷺ کی ذات ہی متحرک درس گاہ اور تبلیغی مرکز تھی۔ تاہم ہجرت سے قبل مدینہ منورہ میں ہی تبلیغی مرکز قائم ہو چکے تھے۔ جنہیں نبی کریم ﷺ کی اجازت سے قائم کیا گیا تھا۔ قبل از ہجرت اسلام کی تبلیغ میں تیزی بیعت عقبہ اولیٰ کے بعد آئی تھی۔ اس دور میں آپ ﷺ نے حضرت مصعب بن عميرؓ کو مبلغ اسلام بناؤ کر انصار کے دونوں قبیلوں اور خزرج میں بھیجا تھا۔ ان کی محنت سے وہاں کے لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے تھے۔ اس دور میں پہلا تبلیغی مرکز مسجد بنی زریق تھی۔ اور تیسرا مرکز مدینہ کے شمال میں کچھ فاصلہ پر نقع الخضمات نامی علاقے میں واقع تھا۔ یہ مرکز در حقیقت حضرت اسد بن زرارہؓ کے مکان میں قائم تھا۔

ان درس گاہوں کے علاوہ اس زمانے میں مدینہ منورہ کے مختلف علاقوں اور قبیلوں میں تعلیمی مجالس اور حلقات جاری تھے۔ جن میں بطور خاص، بنو نجار، بنو عبد الاشہل، بنو ظفر، بنو عمرو بن عوف، بنو سالم وغیرہ کی مساجد میں اس کا انتظام تھا، اور عبادہ بن صامت، عتبہ بن مالک، معاذ بن جبل، عمر بن سلمہ، اسید بن حفیر، مالک بن حويرث رضوان اللہ ابঁ جمعین ان کے ائمہ اور معلمین تھے۔

ان تمام مرکز تعلیم و دعوت کی موجودگی کے باوجود آپ ﷺ کی پیغمبرانہ حکمت و بصیرت نے فیصلہ کیا کہ تعلیم و تربیت کا مرکز ایسا ہو ناچاہیے جہاں ہر روز مقررہ اوقات پر مسلمانوں کا اجتماع ہو اور اس اجتماع کی حیثیت گویا فرض و واجب کی ہو۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے آپ ﷺ نے مسجد کو منتخب کیا۔ اس اعتبار سے مسجد نبوی اسلام کا پہلا مرکز تعلیم و تربیت ہے۔

اس مقصد کے حصول کی خاطر آپ ﷺ نے مسجد نبوی کے ایک کنارے پر ایک جگہ مخصوص کر لی، جسے اس کے سامنے کی وجہ سے ”صفہ“ کہتے تھے۔ یہ دراصل ایک کھلی اقامتی درس گاہ تھی، جس میں

ہر چھوٹا بڑا شخص تعلیم و تربیت حاصل کرتا تھا، چاہے وہ اس میں اقامت گزیں ہو یا نہ ہو۔ مسلمانوں کی ایک جماعت جنہوں نے اپنی گل زندگی دین اسلام سیکھنے کے لیے وقف کردی تھی، تعلیم و تربیت کے حصول کے لیے اس میں اقامت گزیں ہو گئی۔ انہیں اصحاب صفة کہتے تھے۔ اس اعتبار سے اگر مسجد نبویؐ کی اس درس گاہ کو عصر حاضر کی اقامتی اور محلی درس گاہوں کا پیش خیمه کہا جائے تو بے جانہ ہو گا۔

بازار اور تجارتی مرکز کا قیام:

شہری آبادی کی معاشی، سماجی اور یومیہ ضروریات پوری کرنے کے لیے شہر میں مارکیٹ اور تجارتی مرکز کا قیام بھی ناگزیر ہے۔ رسول پاکؐ نے اس بنیادی ضرورت کو محسوس فرمایا، کیوں کہ بڑی تعداد میں مسلمان ہجرت کر کے مدینہ میں آباد ہو گئے تھے، جن کے پاس زمین جائیداد نہیں تھی، وہ تجارت پیشہ تھے اور ان کے معاشی استحکام کا ذریعہ تجارت ہی ہو سکتی تھی اور اس کے لیے بازار اور مارکیٹ کا فروغ شہری ریاست کی اہم ضرورت بن گئی تھی۔

رسول پاک ﷺ نے اس سلسلے میں دو امور کی طرف توجہ فرمائی۔ ایک طرف تو آپ ﷺ نے زراعت اور ملازمت کے مقابلے میں تجارت کی حوصلہ افزائی فرمائی اور اسے فروغ دینے کی ضرورت واضح فرمائی۔ آپ ﷺ نے ایمان دار تاجر کو اجر کے لحاظ سے صدقیقین، شہدا اور انبیاء علیہم السلام کے ہم زتبہ قرار دیا۔

تجارت کرنے والے افراد کے لیے آپ ﷺ نے برکت کی دعائیں کیں اور بھیک مانگنے والوں کی حوصلہ شکنی کی۔ نیز تجارت میں جھوٹ بولنے، دھوکا دینے اور بد معاگلی کرنے پر پابندی لگائی، تاجروں کو یہ تنیہ بھی فرمادی کہ مالی امور کی نزاکت کے سبب اکثر تاجر روزِ قیامت گناہ گاروں کی صفت میں ہوں گے، مگر سچے اور متقی تاجروں کا ان سے استثناء فرمادیا، فرمایا: ”بلاشبہ قیامت کے دن (اکثر) تاجر گناہ گار اٹھائے جائیں گے، سوائے ان کے جو اللہ سے ڈرے اور انہوں نے نیکی کی اور سچ کو اپنا شعار بنایا۔“

مدینہ کی مرکزی مارکیٹ:

آپ نے وسط مدینہ میں ایک مرکزی مارکیٹ بنوائی، جسے سوق المدینہ کہا جاتا ہے۔ اس وقت مدینہ کی مشہور اور بڑی مارکیٹ قینقاع تھی جو یہودیوں کے علاقے میں تھی۔ وہاں وہ گاؤں کا استھان کرتے اور ان کی عورتوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ اور بد تمیزی بھی کرتے۔ اسی وجہ سے وہ جلاوطن بھی کیے گئے۔

رسول پاک نے اس کے مقابلے میں مدینے کی مرکزی جگہ پر مسجد نبوی اور بیت المقدس کے نزدیک سوق المدینہ بازار بنوایا۔ اس زمانے میں قینقاع کی مارکیٹ کے علاوہ چھوٹی چھوٹی اور بھی کئی مارکیٹ تھیں، مثلاً زبالہ مارکیٹ، جسر مارکیٹ، صفا جت مارکیٹ وغیرہ۔ مگر رسول پاک نے بازار مدینہ کو سپر مارکیٹ کی حیثیت دی۔ جہاں ضرورت اور تجارت کی ساری چیزیں مہیا ہوں۔ رسول پاک نے اس سپر مارکیٹ کی منصوبہ بندی کرتے ہوئے قینقاع کے بازار کے ساتھ متعدد مقامات کا معاملہ فرمایا اور بالآخر مدینہ بازار کے محل و قوع کا تعین فرمایا۔

حضرت عطاب بن سیارؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کے لیے مارکیٹ بنانے کا ارادہ فرمایا تو پہلے قینقاع کے بازار تشریف لے گئے۔ پھر سوق المدینہ کی جگہ آئے اور آپ ﷺ نے پاؤں سے اشارہ فرمایا کہ یہ تمہاری مارکیٹ ہو گی۔

حضرت عباس بن سہیلؓ کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ بنی ساعدہ تشریف لائے اور فرمایا: میں تمہارے پاس ایک ضرورت سے رُکا ہوں۔ تم لوگ اپنے قبرستان کی جگہ مجھے دے دو، تاکہ میں وہاں مارکیٹ بناؤں۔ بعض لوگوں نے اپنے حصے کی زمین دے دی اور بعض نے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ یہاں ہماری قبریں ہیں اور ہماری عورتوں کے نکلنے کی جگہ ہے، مگر بعد میں باہم گفت و شنید سے وہ جگہ حضورؐ کے حوالے کر دی گئی اور آپ ﷺ نے وہاں مارکیٹ بنادی۔

بنی ﷺ نے اس مارکیٹ کی مرکزیت، وسعت اور عوامیت کو برقرار رکھنے کے لیے فرمایا: یہ تمہارا بازار ہے، نہ تو اس کو کم کرو اور نہ اس میں بیکس لگاؤ۔

اس حکم نامے کی حکمت یہ تھی کہ اگر بازار کی جگہ تنگ ہو گی یا اس میں خرید و فروخت پر ٹیکس لے گا تو بیوپاریوں کی کثرت نہ ہو گی، لہذا ان دونوں بالوں سے گریز کیا جائے۔ رسول اللہ نے اس مارکیٹ میں خرید و فروخت کرنے کی بڑی حوصلہ افزائی فرمائی۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ہمارے بازار میں سامان لانے والا مجاہد فی سبیل اللہ کے مانند ہے اور بازار میں سامان روکنے والا اللہ کی کتاب میں سرکشی کرنے والے کے مانند ہے۔

آپ ﷺ نے مزید فرمایا: سامان روکنے والا جرم ہے۔

مدینہ کی مارکیٹ کی وسعت اور مرکزیت بعد میں بھی برقرار رہی۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں ایک لوہار نے اس مارکیٹ میں ایک بھٹی لگالی، تو حضرت عمرؓ نے اسے منہدم کر دیا اور فرمایا کہ تم رسول اللہؐ کی مارکیٹ کا دائرہ تنگ کر رہے ہو۔

مارکیٹ منتظمین کا تقرر:

مقام منتظمین میں بازار کے منتظم کا ذکر بھی ملتا ہے جو خاص اہمیت کا حامل ہے۔ شہر مدینہ اور دوسرے بازاروں میں حضور ﷺ کا اقتدار و اختیار بہ طور سربراہِ مملکت قائم تھا۔ تاہم آپ ﷺ نے مدینہ کے لیے ایک مخصوص منتظم بازار کا تقرر کیا تھا، اور وہ حضرت عمر فاروقؓ تھے۔ فتح مکہ کے فوراً بعد بنو امیہ کے خاندان سعیدی کے ایک فرد حضرت سعید بن سعید اموی کو مکہ کے بازار کا منتظم مقرر کیا گیا تھا۔ حضرت عمرؓ کی مثال سے ہی بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ منتظم مستقل ہوتے تھے اور ان کو اس خدمت کا معاوضہ بھی ملتا تھا۔

سرکاری مہمان خانہ:

نبی رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شہر کی بلدیاتی تنظیم میں اس بات کا بھی خیال رکھا تھا کہ سرکاری مہمانوں اور آنے والے وفود کے لیے مہمان خانوں کا انتظام کیا جائے۔ رسول پاک ﷺ سے ملاقات کی سعادت حاصل کرنے اور دین اسلام کو سمجھنے کے لیے آئے دن نو مسلموں اور مہمانوں کی آمد ہوتی تھی۔ ان

مہمانوں کے قیام و طعام کا انتظام انصار کے گھروں میں کیا جاتا اور بعض اوقات انہیں مسجد نبوی میں بھی ٹھیکرایا جاتا، خصوصاً صافہ کے درسے میں۔ بعد میں جب خوش حالی آئی اور مہاجرین کے مکانات تغیر ہونے لگے تو باقاعدہ طور پر سرکاری مہمان خانے کا بھی انتظام کیا گیا۔ اس سلسلے میں حضرت عبد الرحمن بن عوف نے ایک بڑا گھر بنایا۔ ان کے اس بڑے گھر کو مہمان خانہ بنادیا گیا۔ نور الدین سمهودی تحریر کرتے ہیں: حضرت عبد الرحمن بن عوف اس میں رسول اللہ ﷺ کے مہمانوں کو ٹھیکرایا کرتے تھے، چنانچہ اس گھر کو مہمان خانہ بھی کہا جاتا تھا۔

مدنی زندگی کے آخری دنوں میں، بالخصوص ۹ ہجری میں، جب مفتوجہ ممالک کے وفد کی آمد کثرت سے ہونے لگی، جن کی تعداد بعض اوقات ۲۰۰ تک پہنچ جاتی تھی، تو بعض بڑی حولیوں کو مہمان خانہ بنانے کے لیے انصاری کی روایتی مہمان نوازی کے جذبے کے ساتھ ساتھ باقاعدہ مہمان خانے بھی قائم فرمائے۔

سرکوں اور گلیوں کا معیار:

آبادی میں اضافے کے ساتھ جب شہر گنجان ہونے لگا تو گلیاں اور راستے بھی نگ ہونے لگے۔ رسول پاک نے ہدایت فرمائی کہ راستوں کو اتنا چوڑا رکھا جائے: ”جب تم راستوں کی توسعی کرو تو انہیں سات گز چوڑا رکھو (تاکہ) لدے ہوئے دو جانور بآسانی آمنے سامنے گزر سکیں۔

اس بات سے گویا آپ ﷺ نے دور ویہ ٹریفک اور بلدیاتی منظمہ کا تصور دیا۔ سڑکیں شہر کے ڈھانچے کا ایک اہم حصہ ہوتی ہیں، انہیں ہر ممکن حد تک وسیع ہونا چاہیے تاکہ آنے جانے کے نظام میں کوئی خلل نہ پڑے۔ صفائی کا اہتمام:

بلدیاتی انتظام میں صحت و صفائی بھی ایک اہم مسئلہ ہے جس کے تحت اس بات کو یقینی بنانا شامل ہے کہ سڑکوں، گلیوں اور محلوں میں غلاظت اس طرح جمع نہ ہو جائے کہ وہ صحت اور ماحول کے لیے خطرہ بن جائے۔ رسول پاک ﷺ نے گھر، آنکن اور ماحول کو صاف رکھنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ شہری صفائی کے

اس معاملے کو حضور نے نظر انداز نہیں کیا۔ آپ نے جہاں صفائی کو نصف ایمان قرار دیا وہاں اس کے لیے عملی اقدامات بھی فرمائے۔ آپ ﷺ نے مسجد نبویؐ کی صفائی کے لیے ام محبون نامی ایک جبشی عورت کو مقرر فرمایا۔ ابتدائی دور میں رفع حاجت کے لیے بالعموم مدینہ کے مردوخواتین جنگل میں نکل جاتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس ضروری مسئلے پر بھی توجہ فرمائی۔ سب سے پہلے آپ ﷺ نے سڑکوں اور سایہ دار درختوں اور ادھر ادھر رفع حاجت کرنے سے منع فرمایا۔ دوسرے یہ کہ آپ نے گھروں کے ساتھ بیت الخلا بنانے کی تعلیم و ترغیب دی۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ واقعہ افک کا تذکرہ کرتے ہوئے ام سلطھ کے ساتھ ایک شب باہر نکلنے کی بایت فرماتی ہیں: ”یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب ہمارے گھروں سے متصل بیت الخلا نہیں بننے تھے، اور ہم اولین عربوں کی طرح باہر جا کر پاکی حاصل کرتے تھے۔

روشنی کا انتظام:

آپ ﷺ نے مسجد نبویؐ میں چراغ جلانے کے لیے ایک شخص کا تقرر فرمایا جو رضا کارانہ طور پر روزانہ مسجد نبویؐ میں چراغ جلاتا تھا۔ روایت میں ہے: ”نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہماری مسجد کو کس نے روشن کیا؟ تمیں نے عرض کیا: میرے اس غلام نے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: اس کا نام کیا ہے؟ اس نے عرض کیا! فتح۔ (اس پر) نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کا نام سراج (چراغ) ہے۔

ملک عرب میں بلدیاتی اور ریاستی سطح پر صفائی اور عوای مقامات پر روشنی، سینی ٹیشن اور اسٹریٹ لائٹس کے مظالم انتظام کی جانب یہ پہلا قدم تھا۔

ہسپتال کا قیام:

امام بخاریؓ نے باب الحیۃ للبر فی المسجد قائم کر کے یہ واضح کیا ہے کہ رسول پاک ﷺ نے ہسپتال کے قیام کو بھی اپنی اولین توجہ کا مرکز بنایا اور اس کے لیے مسجد نبویؐ کے صحن میں خیمه نصب کیا جاتا، جہاں مریضوں کا اعلان ہوتا۔ رسول پاک ﷺ کی جانب سے دی جانے والی صحبت و صفائی کی تعلیم نے

بیماری کو کم سے کم کر دیا تھا۔ اس کے باوجود جو لوگ بیمار ہوتے تھے، ان کا اعلان کرنے پر زور دیا گیا اور ان کے لیے مسجد نبوی میں شفاخانہ کا انتظام کیا گیا۔

تفریح گاہوں کا قیام:

صحت مند ماحول اور معاشرے کی فراہمی شہری حکومت کی ذمہ داری ہے۔ ترقی یافتہ اور مہذب شہروں کی منصوبہ بندی میں پارک اور سیر گاہ کو آج غیر معمولی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔ یہ ضرورت عہد نبوی میں بھی نظر آتی ہے۔ رسول پاک ﷺ نے اس مقصد کے لیے مدینہ شہر کے باہر وادی عقین کو منتخب فرمایا تھا۔ وہاں آپ ﷺ نے سیر گاہ حمی التسبیح کے نام سے بنوائی، جو گھوڑوں کی چڑاگاہ بھی تھی۔ وہاں پیڑپودے اس کثرت سے لگوائے گئے کہ وہ خوب صورت تفریح گاہ بن گئی۔ باغات، پانی اور شادابی کے سبب یہ جگہ سیر گاہ مدینہ کھلانی۔ رسول پاک ﷺ آرام کے لیے وہاں تشریف لے جاتے، آپ ﷺ کو یہ جگہ بے حد پسند تھی۔

ایک مرتبہ رسول پاک ﷺ جب وادی عقین کی سیر سے لوٹے تو آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا میں وادی عقین سے آرہا ہوں، کتنی موزوں جگہ ہے اور کتنا میٹھا اس کا پانی ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا پھر کیوں نہ ہم لوگ وہاں منتقل ہو جائیں؟ تو حضورؐ نے فرمایا، اب یہ کیسے ممکن ہے، لوگوں نے مدینے میں گھر بنالیے ہیں۔ صحابہ کرامؓ میں جو اہل ثروت تھے، وہ وہاں جا کر اپنے محلات تعمیر کر لیتے تھے۔ یہ گویا ان کے لیے، سرہاؤس تھے۔ اہل مدینہ کے لیے رسول پاک ﷺ کی طرف سے یہ ایک خوب صورت عطا یہ تھا۔
شہر کی تزئین اور شجر کاری:

رسول پاکؐ نے مدینہ کی ناؤں پلانگ کرتے وقت صرف اس کی آباد کاری اور سہولیات کی فراہمی کا ہی خیال نہیں رکھا بلکہ شہر کی زینت و رونق اور خوب صورتی کو بھی پیش نظر رکھا۔ اسی وجہ سے یہاں کے قلعوں کو مسماਰ کرنے اور بلا ضرورت درختوں کو کامنے سے منع فرمایا۔ چنانچہ محمدؐ نبی نقی فرماتے ہیں: ”نبی ﷺ نے مدینے کی زینت اور خوب صورتی کو پیش نظر رکھا تاکہ یہ شہر یوں کے لیے سکونت کی اچھی جگہ رہے۔

اسی لیے آپ نے مدینے کے قلعوں اور گڑھیوں کو مسما کرنے سے منع فرمایا۔ ”حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مدینے کے قلعوں کو مسما کرنے سے یہ کہہ کر منع فرمایا کہ وہ مدینے کی زینت ہیں۔ مقامی بلدیاتی منتظمین کا تقریر:

نبی کریم ﷺ نے مدینے کا بلدیاتی نظام چلانے کے لیے مقامی طور پر منتظمین کا بھی تقرر فرمایا تھا۔ یہ منتظمین بے شمار تھے۔ ان مقامی منتظمین میں شہر مدینہ کے نقیب بھی شامل ہیں۔ ان کی انتظامی ذمہ داری بھی کچھ اسی نوعیت کی تھی۔ ان کی تعداد شروع میں ۱۲ تھی جن میں نو خزرنج اور تین اوس کے تھے۔ بعد میں بعض کی وفات کے بعد ان کے جانشینوں کو مقرر کیا گیا جن کی کل تعداد ۱۸ تھی۔ ان میں سے خزرنج کے ۱۱۲ افراد تھے۔ حضرت اسعد بن زراہؓ خزرنج کے نقیب الافق تھے مگر ہجرت کے فوراً بعد ہی ان کی وفات ہو گئی اور حضور ﷺ نے وہ عہدہ جلیلہ نفس نصیس سنہمال لیا۔

حرف آخر

نبی رحمت ﷺ کی حیات طیبہ کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو آپ ﷺ کی شخصیت صرف ایک روحانی پیشواء، مذہبی رہنماء اور معلم اخلاق ہی کی نظر نہیں آتی بلکہ ایک منفرد، منظم اور منصوبہ ساز کی بھی نظر آتی ہے۔ آخری رسول ﷺ ہونے کے ناتے اللہ تعالیٰ نے دین و دنیا کی تعمیر کی ان گنت صلاحیتیں آپ ﷺ کو ودیعت کی تھیں اور پھر اپنے فیضانِ خاص سے بذریعہ وحی آپ ﷺ کی رہنمائی فرمائی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ بیک وقت دینی و دنیاوی دونوں لحاظ سے آپ ﷺ کا میاب رہنماء اور حکمران ثابت ہوئے تھے۔ اس کی ایک مثال شہری آباد کاری اور تعمیرات کے سلسلے میں آپ کی وہ منصوبہ بندی ہے جس کی کچھ جملکیاں اُپر پیش کی گئی ہیں۔

جامعہ و ملحقہ شعبہ جات کے معمولاتے و سرگرمیاں

مولانا عبدالعلیٰ

میئنگز

• منظہ میئنگ

7 ستمبر، روز ہفتہ منظہ کی دو ماہی گرینڈ میئنگ کا انعقاد ہوا جس میں تمام اداروں اور شعبہ جات کے ذمہ داران نے شرکت کی اور اہم امور پر مشاورت ہوئی۔

• اسلام ابجو کیشن میئنگ

17 ستمبر: اسلام ابجو کیشن سمیٹ کی بورڈ آف گورنر میئنگ حضرت مفتی صاحب کی زیر صدارت ہوئی جس میں اسلام ابجو کیشن کی سرگرمیوں اور اسلام اکیڈمیا سکول نصاب، نظام اور تعمیرات کا جائزہ لیا گیا۔

• مفتونہ میئنگ

12 اکتوبر: مفتونہ کے اراکین کی حسب معمول میئنگ ہوئی جس میں تحریک کے مختلف اداروں کے اہم امور پر تبادلہ خیال ہوا اور خادم ویلفیر سوسائٹی کے نئے چیزیں کی منظوری دی گئی۔

جامعہ میں مہماںوں کی آمد

• 5 ستمبر: کربوگہ کے علماء کا وفد حضرت مفتی صاحب سے ملاقات اور جامعہ کے وزٹ کے لیے تشریف لائے۔

• 8 ستمبر: مولانا بختیار ورسک روڈ حضرت مفتی صاحب کی ملاقات اور پروگرام کے لیے وقت لینے جامعہ تشریف لائے تھے۔

• 15 ستمبر: مانیری صوابی کے علماء اور اسی طرح نو شہرہ کے مفتی حبیب الرحمن صاحب حضرت مفتی صاحب سے ملاقات اور جامعہ کے وزٹ کے لیے تشریف لائے۔

- 18 اکتوبر: دارالعلوم سعیدیہ اوگی کے ناظم مولانا شمشاد صاحب، مولانا فیض الرحمن (خطیب اوگی کے صاحبزادے) جامعہ تشریف لائے اور جامعہ کا وزٹ کیا۔
- 18 اکتوبر مولانا گل محمد جلال آباد سے جامعہ تشریف لائے۔
- کوئٹہ پیشن کے مولانا شیداحمد، مفتی حبیب الرحمن اور بلوچستان، کے دیگر علماء پنج پیر اجتماع کے لیے جاتے ہوئے جامعہ تشریف لائے اور جامعہ میں حضرت مفتی صاحب سے ملاقات کی اور وزٹ کیا۔
- 30 اکتوبر: کوئٹہ سے مولانا عبد المالک اور کراچی کے مولانا رفیع اللہ صاحب پنج پیر اجتماع سے واپسی پر جامعہ تشریف لائے اور جامعہ کا تفصیلی وزٹ کیا۔
- درس قرآن حضرت شیخ القرآن مولانا طیب صاحب
- 18 ستمبر، روز منگل: جامعہ میں شیخ القرآن مولانا محمد طیب صاحب نے درس قرآن دیا جس میں کثیر تعداد میں علماء و عوام نے شرکت کی۔ بیان کے بعد حضرت شیخ صاحب نے جامعہ کے ادارہ و شعبہ جات کا تفصیلی وزٹ کیا اور عشاںیہ کے بعد تشریف لے گئے۔ مولانا نسیم الہادی صاحب اور جناب فیاض صاحب ساتھ تھے۔
- مولانا اشرف علی صاحب سے ملاقات
- 19 ستمبر: ڈاکٹر حشمت علی صاحب اور مولانا نسیم الہادی صاحب تعلیم القرآن راولپنڈی میں مولانا اشرف علی صاحب سے ملاقات کے لیے تشریف لے گئے اور مختلف امور پر تبادلہ خیال ہوا۔
- اسلامی بنکاری کلاس
- 7 اکتوبر: اسلامی معیشت اسلامی بینکاری کے حوالے سے ہفتہ وار تین کلاسز کا انعقاد ہوا جس میں کثیر تعداد میں مفتیان کرام اور بینکرز حضرات نے شرکت کی۔ کورس کے اختتام پر مفتی ڈاکٹر حسن صاحب (شیخ الحدیث جامعہ عثمانیہ) نے اختتامی کلمات کیے اور شرکاء میں سرٹیفیکیٹ تقسیم کیے گئے۔ کورس پڑھانے کے فرائض مفتی اسد گل صاحب، فاضل جامعہ الرشید کراچی نے انجام دیے۔

تنظیمی سرگرمیاں

دروس فتر آن افتتاح

9 ستمبر: حسین ٹاؤن یونٹ میں ہفتہ وار درس قرآن کا افتتاح کیا گیا۔ درس کا اہتمام ہر اتوار بعداز نماز مغرب ہوتا ہے اور درس کے فرائض جناب مولانا مجاہد صاحب دیں گے۔

24 ستمبر: ملک سریٹ میاں محمد عمران کے مجرہ میں ڈاکٹر حشمت علی صافی صاحب نے ہفتہ وار درس قرآن کا افتتاح کیا اور درس قرآن کے فرائض جناب مولانا القمان احمد صاحب انجام دیں گے۔ یہ درس ہر بده کے دن بعداز نماز مغرب ہو گا۔

چار ماہی احلاس عام:

- 15 اکتوبر: تنظیم کے زیر انتظام ”چار ماہی احلاس عام“ کا انعقاد ہوا۔ جس میں تمام مرکزی ذمہ داران سمیت یونٹس اور حلقوں جات کے ناظمین، ناظمین مالیات اور دیگر اہم اراکین و متقین نے شرکت کی۔ مرکزی کی جانب سے اہم اعلانات ہوئے جبکہ اراکین کو ہدایات دی گئیں۔

دو ماہی ناظمین احلاس

12 اکتوبر: دو ماہی ناظمین احلاس جامعہ کائفنس ہال میں منعقد کیا گیا، جس میں سارے یونٹس کی کارگردگی کا جائزہ لیا گیا اور سالانہ تنظیمی کو نشر و تنظیمی دوروں پر مشاورت ہوئی۔

مختلف سرگرمیاں

پروگرامات میں شرکت

- 23 ستمبر شبقدر رود عیسیٰ خیل حمید میں سعید اخیر (امیر صاحب) کی دعوت پر ان کے بنا مدرسہ میں ختم قرآن میں حضرت مفتی صاحب نے شرکت کی اور دیگر علماء کے بیانات کے ساتھ حضرت مفتی صاحب نے اختتامی بیان کیا۔

- 29 ستمبر مولانا بختیار صاحب کی دعوت پر چوک ورسک روڈ، ان کی مسجد میں ختم قرآن کے موقع پر مولانا سمیع الحق صاحب اور حضرت مفتی صاحب نے بیان کیا۔

• جنازہ و تعزیت میں شرکت

20 اکتوبر: جامعہ کے سابقہ استاد قاری اقرار صاحب کے بھائی کی فونگی پر درس نظامی کے تمام اساتذہ مع حضرت مفتی صاحب ان کے گھر قاضی کلے تعزیت کے لیے تشریف لے گئے۔

29 اکتوبر: مولانا ڈاکٹر حشمت علی صاحب کے سروفات پاگئے ان کے نماز جنازہ میں حضرت مفتی صاحب اور دیگر ساتھی شرکت کے لیے تخت بھائی گئے۔

• فتاون آگاہی کورس میں شرکت

22 اکتوبر: پشاور یونیورسٹی شیخ زید سنٹر میں تین روزہ ”فتاون آگاہی کورس برائے مفتیان کرام“ میں حضرت مفتی صاحب، مفتی محمد حسین، مولانا عابد علی اور مولانا لقمان احمد صاحب نے شرکت کی اور کورس کے اختتام پر سرٹیفیکیٹ بھی تقسیم کیے گئے۔

• پنج پیر اجتماع میں شرکت

26 اکتوبر: جامعہ بلین القرآن کے طلبہ کثیر تعداد میں اجتماع میں شرکت کے لیے پنج پیر کے اور دوسرے دن عوامی ساتھی اور سکول کالج کے طلبہ نے بھی شرکت کی۔

27 اکتوبر: حضرت مفتی صاحب، سلمان اور مولانا حق نواز صاحب پنج پیر اجتماع میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے۔

• دعوت میں شرکت

28 اکتوبر: جامعہ کے رکن مقننه جناب ملک نیاز صاحب کی دعوت پر ان کی بچیوں کے ختم میں حضرت مفتی صاحب نے اور دیگر ساتھیوں نے شرکت کی۔

درس نظامی

جامعہ تبلیغ القرآن تعلیم کے ساتھ ساتھ طلباء کرام میں فنی مہارت بھی پیدا کرتا ہے تاکہ علم سے فراغت کے بعد وہ معاشری حالت کے لحاظ سے خود کفیل ہوں۔ کذ شستہ سالوں کی طرح اس سال بھی درج ذیل کورسز کا اجراء ہوا:

کمپیوٹر کورس

25 ستمبر: کو طلبہ کے لیے کمپوزنگ کلاس کا انعقاد کیا گیا جس میں 25 طلبہ نے شرکت کی۔ 10 اکتوبر کو کورس کے اختتام اور اس موقع پر طلبہ کو اعزازی اسناد سے نوازا گیا۔

شیلرنگ کورس

25 ستمبر: طلبہ میں فنی مہارت پیدا کرنے کے لیے ایک مہینے پر مشتمل شیلرنگ کورس کا انعقاد کیا گیا جس میں 30 طلباء نے شرکت کی اور شیلرنگ کورس سے مستفید ہوئے۔

اساتذہ میٹنگ و تدریب المعلمین

12 اکتوبر: اساتذہ کی تدریب کے لیے ایک روزہ تدریب المعلمین کلاس کا انعقاد کیا گیا جس میں درس نظامی کے تمام اساتذہ نے شرکت کی جس میں جامعہ تبلیغ القرآن کے تمام اداروں و شعبہ جات کا تعارف کیا گیا اور ساتھ ہی اہم امور پر مشاورت ہوتی۔ تدریب کے فرائض رئیس جامعہ مولانا مفتی محمد ایاز صاحب نے انجام دیے۔

جانزہ

13 اکتوبر: طلبہ و طالبات کی تعلیمی معیار کو جانچنے کے لیے دوسرا ماہانہ جائزہ کا انعقاد کیا گیا اور فرستہ پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ و طالبات میں انعامات تقسیم کی گئی۔

پنج پیر اجتماع میں شرکت

27، 28، 29 اکتوبر: اشاعت التوحید والسنۃ پاکستان کے زیر انتظام پنج پیر صوابی میں حسب معمول جماعتی اصلاحی اجتماع کا انعقاد ہوا۔ جس میں درس نظامی کے تمام طلبہ و اساتذہ نے تین دن تک بھرپور شرکت کی اور طلبہ نے اجتماع میں تعارفی سٹال لگائے۔

شب مذاکرہ

3 نومبر: طلبہ کے روحانی اصلاح کے لیے شب مذاکرہ کا انعقاد کیا گیا جس میں تمام رہائشی اور غیر رہائشی طلبہ نے شرکت کی اور حضرت مفتی صاحب نے اصلاحی بیان کیا۔ طلبہ نے مختلف سرگمیوں میں حصہ لیا۔

احتماعی بزم

4 نومبر: طلبہ میں فن تقریر کی مہارت پیدا کرنے کے لیے اجتماعی بزم کا انعقاد کیا گیا جس میں طلبہ و طالبات نے مختلف زبانوں میں تقریر و نظم پیش کیے۔ بہترین تقریر کرنے والے طلبہ و طالبات یوم سرپرستان میں اپنی تقریر پیش کرنے کے لیے منتخب کیا گیا۔

جامعہ بنات

اصلاحی بیانات سلسلہ

جامعہ بنات کے لیے پندرہ روزہ اصلاحی بیانات کا سلسلہ جاری ہے جس میں وقتاً فوقاً علماء حضرات بیانات کرتے ہیں۔ روال مادہ درج ذیل بیانات ہوئے:

- 6 ستمبر: محرم کے بدعتات اور رسومات کے عنوان سے مولانا مفتی محمد ایاز صاحب کا مستورات کے ساتھ بیان ہوا۔ جس میں کثیر تعداد میں خواتین نے شرکت کی۔
- 24 ستمبر: والدین کے حقوق کے حوالے سے بیان ہوا جس میں ڈاکٹر قاری فہیم صاحب نے بیان کیا۔
- 16 اکتوبر: تعلق مع اللہ کے عنوان سے ڈاکٹر مولانا حشمت علی صافی صاحب کا بیان ہوا۔
- 25 اکتوبر: خواتین کی اصلاح کے عنوان سے حضرت مفتی صاحب کا بیان ہوا۔
- 1 نومبر: خواتین کی اصلاح کے عنوان سے امیر اعلیٰ ڈاکٹر حشمت علی صاحب کا بیان ہوا۔

معلمات شوریٰ

4 ستمبر: معلمات جامعہ کی شوریٰ ہوئی، جس میں چند اصولِ مدرسہ پر تبادلہ خیال ہوا اور معلمات کے لیے اصول وضع کر دیئے گئے۔

شوریٰ برائے حناص اراکین

13 ستمبر: امیر صاحب کی خاص اراکین کے ساتھ شوریٰ ہوئی جس میں اہم امور پر مشاورت کی گئی۔
شوریٰ برائے مدارس

20 ستمبر: مدارس کے ساتھ امیر صاحب کی شوریٰ ہوئی جس میں مدارس کو بہترین طریقے پر چلانے کے اصول ذمہ داروں کو روشناس کروائے گئے۔

خادم شوریٰ

8 اکتوبر: خادم شوریٰ ہوئی جس میں سٹال والوں کو اپنی اپنی ذمہ داری حوالہ کی گئی اور سٹالز کی ڈیزائنگ کے متعلق بات کی گئی۔ شوریٰ جامعہ بنات کے سرپرست اعلیٰ کے زیر صدارت ہوئی۔

معلمات شوریٰ

21 اکتوبر: معلمات کے ساتھ شوریٰ ہوئی جس میں معلمات کو اپنے اخلاق اور اعمال پر توجہ دینے کی خاص تاکید کی گئی۔ شوریٰ جامعہ بنات کے سرپرست اعلیٰ کے زیر صدارت ہوئی۔

فاضلہ دینیات سیمینار

8 ستمبر: فاضلہ دینیات کا سیمینار ہوا جس میں تاریخ کے موضوع کے حوالے سے طالبات سے خطاب ہوا۔ سیمینار محترم مولانا القمان صاحب کے زیر صدارت ہوا۔

دورہ مکاتیب

ماہ ستمبر میں مکاتیب کا دورہ کیا گیا جس کی الماق کچھ امور کی بنیاد پر منسون کر دی گئی تھی تو از سر نو تعلیمی سوسائٹی کے زیر نگرانی میں ان کا جائزہ لیا گیا۔

بزم ادب

11 ستمبر: ترجمہ کلاسز اور فاضلہ دینیات کا بزم ادب ہوا جس میں تمام طالبات نے شرکت کی۔

اختمام تعلیم دین کورس

12 اکتوبر: بنات کے لیے جاری تعلیم دین کورس کا اللہ کے فضل و کرم سے اختتام پزیر ہوا۔

پانچواں سالانہ تربیتی اجتماع برائے خواتین

12 اکتوبر بروز اور بنات جامعہ تبلیغ القرآن کے پانچویں سالانہ تربیتی اجتماع میں دختران جامعہ کی اپنی مادر علمی سے تعلق اور اپنی دیرینہ ہجولیوں و محسنات سے ملاقات اور فکری تازگی و عمل کی نئی امنگ پیدا کرنے، جامعہ تبلیغ القرآن للبنات سے دلی وابستگی کے اظہار اور میراث تعلیم و تربیت کا حصہ وصول کرنے کی خاطر، ان کے شایانِ شان حسب سابق امسال تربیتی اجتماع کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں قدیم فاضلات درس نظامی و فاضله دینیات، عام خواتین ارکان اور دیگر اہم خواتین نے بڑے جوش و خروش سے شرکت کی۔ اجتماع سے حضرت مفتی صاحب، جناب یوسف ظفر صاحب اور دیگر خواتین مقررین نے بیانات کیے۔ جامعہ کے اداروں کے تعارف پر مبنی ڈاکٹو منظریز اور دیگر سرگرمیوں سے اجتماع کے شرکاء کو مستفید کیا گیا۔

تبلیغ القرآن تعلیمی سوسائٹی

میئنگنرز:

20 ستمبر: سوسائٹی کی پانچ رکنی ٹیم کے ساتھ تفصیلی میئنگ کی گئی جس میں ان کو اپنی اپنی ذمہ داریاں حوالہ کی گئیں۔

5 نومبر: تمام مکاتب کے ذمہ داران کے ساتھ جامعہ میں مدارس کے ریکارڈ اور سالانہ روپورٹ کے بارے میں مشاورت ہوئی۔

11 نومبر: سوسائٹی کے نئے نصاب کی تیاری و ترتیب کے حوالے سے حضرت مفتی صاحب اور امیر اعلیٰ سے سوسائٹی کے نگران مولانا لقمان صاحب کی میئنگ ہوئی۔

ندائے اطفال

15 اکتوبر: ندائے اطفال کے نوین شمارہ کی چھپائی کی گئی اور تمام مدارس میں اس کی ترسیل ہوئی۔

مفتالہ حسن فراءت

13 اکتوبر: تمام مکاتیب کا مقابلہ محفل حسن قراءت کا انعقاد کیا گیا، جس میں تمام مکاتب کے طلبہ نے شرکت کی اور نمایاں آنے والے طلبہ کو مہمان خصوصی جناب قاری فیاض صاحب اور قاری عبدالحکیم صاحب کے ہاتھوں انعامات دیے گئے۔

شعبہ اطفال

بزم ادب

29 ستمبر: شعبہ اطفال کے پروقار بزم ادب کا انعقاد ہوا جس میں بچوں نے تلاوت، تقریر اور نظم میں اپنی صلاحیتوں کا اظہار کیا اور کامیاب طلباء کو انعامات سے نوازا گیا۔

ماہانہ اصلاحی کلاس

15 ستمبر: ماہانہ اصلاحی کلاس میں جامع مسجد امیر معاویہ کے پیش امام مولانا قاری برہان الدین صاحب نے محرم الحرام کے حوالے سے خطاب کیا۔

خادم ویلفئر سوسائٹی

فنری میڈیکل کمپ

26 اکتوبر: العلم اور خادم کے اشتراک سے فرنی میڈیکل کمپ کا انعقاد کیا گیا جس مختلف ماہرین ڈاکٹرز نے 350 بچوں کی سکریگ اور BMI ٹیسٹ کی اور ہائیٹ اور ویٹ دیکھے گئے۔

ووکیشنل سنٹر

سنٹر شفٹنگ

سنٹر میں نیو کلاسز کے آغاز، بوتیک کے آغاز اور سکھائے جانے والے کورسز میں بہتری لانے کے لئے سنٹر کو سکول نیو کمپس میں شفت کیا گیا۔

کلاسز

خادم و دیکشنل سنٹر میں دو قسم کی کلاسز ہوتی ہیں ایک 6 ماہ پر مشتمل نارمل کورس جبکہ دوسرا تین ماہ کا سپیشل کورس ہوتا ہے۔ جس میں سادہ سوت سے لے کر بید شیٹ تک سکھائی جاتی ہے۔ ان دونوں کا آغاز ہو چکا ہے۔ فی الحال کورس میں 25 طالبات شامل ہیں جن میں یتیم اور بیوہ بھی ہیں۔ اس کورس کا اختتام ماہ دسمبر میں ہو گا۔

نیو کلاسز کا آغاز

دسمبر کے آخر میں نیو کلاسز کا آغاز ہو گا جس میں سلامیٰ کے علاوہ قریشیہ، مثنیں ڈرے، ڈری، پینڈا ایک بر اندری مثلاً سلمہ درک، ریشم درک، وغیرہ شامل ہیں۔

ایکیڈیمیا سکول

ایک روزہ ٹریننگ ECE

آفاق کی جانب سے العلم سکول میں ایک روزہ ٹریننگ کا اہتمام کیا گیا جس کا عنوان (Early Childhood Education) ابتدائی بچپن کا تعلم تھا۔

ابجو کیشن ٹریننگ

نئے اساتذہ کی تربیت اور سُم سے اگاہی کے لیے induction ٹریننگ کا اہتمام کیا گیا۔

شیخ طیب صاحب وزٹ

شیخ القرآن مولانا محمد طیب صاحب العلم سکول تشریف لائے اور سکول کے حوالے سے معلومات کا تبادلہ ہوا۔ شیخ صاحب نے سکول کے دینی امور کے حوالے سے خصوصی دلچسپی کا اظہار کیا۔

کلاس روم سیننگ

کلاس روم میں تدریسی بہتری کے حوالے سے چیننگ کے نظام کو مزید فعال کیا گیا۔

امتحان کے حوالے سے مینگ

مینجمنٹ اور اساتذہ کے درمیان امتحان کی تیاری کے حوالے سے مینگ ہوتی اور سیلیبس کے مطابق پرچے تیار کیے گے۔

پارٹی اور تقسیم انعامات

آنے والے اساتذہ کے لیے Welcome اور جانے والے اساتذہ کے لیے Farewell پارٹی کا اہتمام کیا گیا جس میں اساتذہ کرام کو انعامات سرفیکٹس دیے گئے۔ جن اساتذہ نے Induction میں حصہ یا ان کو بھی سرفیکٹس دیے گئے۔

عربی سیلیبس پر کام

عربی زبان دانی کے حوالے سے مولانا وقار صاحب کے عربی مسودہ عربی زبان دانی کو کتابی شکل دینے کے لیے حوالہ کیا گیا۔

آداب سیریز

طلباہ کی سیرت سازی میں بہتری لانے کے لیے "آداب سیریز" کو سکول کے طلاہ کے لیے مفید بنانے کے لیے نئی شکل ترتیب دی گئی۔

BOG مینگ

دوسری BOG مینگ میں سکول تعمیراتی اور ترقیاتی حوالے سے اہم فیصلے کیے گے۔

مڈ ٹرم امتحان

اکتوبر میں طلبہ کی قابلیت اور اساتذہ کی محنت کو جانچنے کے لیے مڈ ٹرم امتحان کا اہتمام کیا گیا۔

سکول میگزین

طلباہ میں تحریری صلاحیتوں کو بہتر بنانے کے لیے سکول میگزین میں طلاہ کی تحریرات شامل کی گئیں اور طلاہ کو میگزین مہیا کیا گیا۔